اشاعت کے ۴۲ سال

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

اے زائر حرم یہ مقام ادب ہے!

کعبۃ اللہ! دنیا میں یہی وہ منفرد گھر ہے جس کی زیارت ہر صاحبِ استطاعت پر فرض ہے، یہی وہ مقام مقدس ہے جس میں ادا کی جانے والی ہر نماز دیگر مقامات کے مقابلہ میں ایک لاکھ درجہ زیادہ اجر وثواب رکھتی ہے، یہی وہ مقام مقدس ہے جس کی طرف رخ کئے بغیر کسی کی نماز مقبول نہیں چاہے وہ دنیا کے کسی علاقہ کا رہنے والا ہو۔ یہیں سے انوار رسالت کی کرنیں پھوٹیں، یہیں سے ہدایتِ عالم کے لئے آخری کلام ربانی نازل ہوا اور اسی کی طرف لوگ دیوانہ وار کھینچے کر آتے ہیں، یہی وہ جگہ ہے جہاں آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے نبی ﷺ تک نہ جانے کتنے جلیل القدر انبیاء کرام جلوہ افروز ہوئے اور کتنے صحابہؓ کے قدم پڑے۔

لہٰذا اے زائرِ حرم! یہاں کہیں تمہارے قدم ڈگمگانہ جائیں، کہیں تمہاری آنکھیں خیرہ نہ ہو جائیں، تمہارے دل کسی اور طرف مائل نہ ہو جائیں۔ ہر لمحہ اور ہر گھڑی یہاں کے آداب اور تقاضے پیش نظر ہوں، جان رکھو! یہ سخت بے ادبی ہے کہ یہاں بھی عقیدہ میں کدورت باقی رہے، خرافات اور بدعات کا چال چلن ہو، گناہوں اور معاصی کا ارتکاب ہوتا رہے، نمازوں میں سستی اور غفلت ہو، سودی لین دین میں مبتلا ہوں، خورد ونوش اور کسب معاش میں حرام سے اجتناب کا جذبہ نہ ہو، زبان ذکر واذکار، دعاومناجات کے بجائے گالی گلوچ، غیبت اور چغلی میں استعمال ہو۔

کمال ادب یہ ہے کہ ہر کام حکم الٰہی کے مطابق اور ہر قدم اسوۂ نبوی ﷺ کے سانچہ میں ڈھلا ہوا ہو۔

اقتباس از خطبہ جمعہ امام وخطیب حرم

علامۃ الشیخ عبد الرحمن بن عبد العزیز السدیس - حفظہ اللہ تعالیٰ

دار الکتب عزیزیۃ لنشر العلم

Rs 7/-

۱۰ر جنوری ۲۰۰۵ء

Postal Regd No.LW/NP/63/2003to2005

December, 2004

Fortnightly

Tameer-e-Hayat

Nadwatul Ulama, Lucknow-226007

Vol. No.4 - Issue No. 4

R.N.I. No-UPURD/2001/6071

(0522) 2740151 شعبہ مہمان خانہ

2741272 دفتر اہتمام

2741221 (فیکس) رابطہ ادب اسلامی

2741231 (فیکس) شعبہ تعمیر وترقی

Mob 3102451

Mohd. Miyan Jewellers

محمد میاں جویلرس

(S) : 0522-2260671
(R) : 0522-2267429

۱۲ر کپور مارکیٹ، وکٹوریہ اسٹریٹ، لکھنؤ-۳

Phone : 2266786

Riyaz Ahmad
Ghayas Ahmad

ثنا جویلرس

Sana Jewellers

۱۲/۳۰۱ سرائے بانس، اکبری گیٹ، چوک، لکھنؤ

301/12, Sarai Bans,
Akbari Gate, Chowk, Lucknow-3

Phone : 2260433

جدید و دلکش سونے، چاندی کے زیورات کے لئے
ہمارے شوروم میں آپ کا خیر مقدم ہے

گہنہ پیلیس

Gehna Palace

Whenever You See Jewellery,
Think of us

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں، محمد فاروق خاں (چاند)

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ، چوک، لکھنؤ

حج 2004-05 (Mo. Sabhia Kaleem)

3N Travel & Tourist Bureau (P) Ltd.

Govt. of India Recognized

لکھنؤ، ممبئی، بنگلور، حیدرآباد کے علاوہ سعودی عرب اور امریکہ میں بھی ہمارے دفاتر
ڈائرکٹ اور ورایا فلائٹ کے علاوہ دیگر بہت سی سہولتیں
مکہ، مدینہ میں حرم شریف سے صرف ۵۰ میٹر کی دوری پر رہائش

B-3 Waris - Plaza, Hotel Raj, Husain Ganj, Lucknow - 226001
Mob : 9839272383 22274709 (Off) 2274709
E-mail: Sabhiakale2m@yahoo.com
Website: http://www.3ngroup.com

Md. Salman
Md. Zubair

Shop : 2218629
Resi : 2229265
Mob : 9415026247

SAHARA FOOT WEAR

Wholesaler

35, Amethi House, Near Post Office
Aminabad, Lucknow

Editor : *Shamsul Haq Nadwi* Office Ph : 2741235 (Ext) 18 Printed & Published by *Athar Husain*
on behalf of *Nadwatul Ulama* at *Parekh Offset Printing Press*, Tagore Marg, Lko. Ph : 2740966

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعمیر حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ اشاعت کے ۴۲ سال

جلد نمبر ۴۲ | ۱۰ر جنوری ۲۰۰۵ء مطابق ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ | شمارہ نمبر ۱

زیر سرپرستی:
حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

نگران خصوصی:
حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی
(معتمد تعلیم، ندوۃ العلماء لکھنؤ)
پروفیسر وصی احمد صدیقی
(معتمد مال، ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر عام
مولانا شمس الحق ندوی
معاون
ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

رئیس التحریر
امین الدین شجاع الدین
معاون
محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت
☆ مولانا نذر الحفیظ ندوی ☆ مولانا عبداللہ حسنی ندوی
☆ مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

زر تعاون
سالانہ ۱۵۰/- فی شمارہ ۷/-
ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک ۳۵/- ڈالر
ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات لکھنؤ کے نام سے بنائیں

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ
Tameer-e-Hayaat
Post Box No.93, Nadwatul Ulama Lucknow-226007
فون (دفتر) 18 2787250(Ext) مہمان خانہ (0522) 2740151
Website: www.nadwatululama.org
e-mail : Nadwa@sancharnet.in
thetameer-e-hayat@nadwatululama.org

مضامین ومندرجات سے متعلق سارے امور میں رئیس التحریر سے خط وکتابت کی جائے اور انتظامی امور میں مدیر عام سے رجوع کریں۔

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے پارکھ آفسیٹ پرنٹنگ پریس، نیگور مارگ، لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات کیلئے صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

اس شمارے میں

اداریہ	مسلمانوں پر دہشت گردی کا الزام جھوٹ اور فریب	۳
سخن دلنواز	پاجا سراغ زندگی	۲
نور بصیرت	اسلام قربانی ہے	۴
چراغ راہ	وقت کا زبردست چیلنج اور اس کا مقابلہ	۵
روبرو	صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا ایک اہم انٹرویو	۶
فقہ وفتاوی	قربانی کے مسائل	۸
لبیک اللّٰھم لبیک	☆حج کے آداب	۹
	☆روضۂ اقدس ﷺ پر حاضری	۱۱
تزکیہ وتربیت	اللہ کے ذکر کے فوائد	۱۴
فکر ونظر	☆موجودہ ملی مسائل اور ان کا حل	۱۷
	☆اسلامی قوانین انسانی معاشرہ کی ضرورت	۲۰
ایک شخص، ایک کارواں	علامہ شبلی نعمانیؒ اور ندوۃ العلماء	۲۲
نعت رسول مقبول ﷺ	مدح سرور کونین ﷺ	۲۴
یاد یار مہرباں	حکیم ایوب اعظمیؒ	۲۵
وفیات	ایک مثالی خاتون کا سانحۂ ارتحال	۲۷
پیش رفت	جناب عبدالرحیم قریشی کی ایک پریس کانفرنس	۲۸
نقد وتبصرہ	کتاب نما	۲۹
روداد سفر	حضرت ناظم صاحب کا دورۂ جنوبی ہند	۳۱
روداد چمن	☆ندوہ: عازمین حج کا پہلا پڑاؤ ☆النادی العربی اور جمعیۃ الاصلاح کی اختتامی تقریبات ☆فکری وتربیتی کیمپ	
آخری صفحہ	مصیبت اور معصیت کا رشتہ	۳۲

دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ اس شمارہ کے ساتھ آپ کا زر تعاون ختم ہو چکا ہے، ازراہ کرم سالانہ زر تعاون ۱۵۰/روپے ارسال فرما کر ممنون کریں۔

H I Computer Institute, Lko 0522-3214913

جنوبی ایشیا کے ممالک کے ساحلی علاقوں میں آئے زلزلہ اور طوفان پر

ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مد ظلہ العالی کا بیان

جنوبی ایشیا کے ممالک کے ساحلی علاقوں میں زلزلہ وطوفان کی جو غیر معمولی مصیبت آئی، وہ دلوں کو لرزا دینے والی مصیبت ہے، ہم اس پر اپنے رنج کا اظہار کرتے ہیں۔ انسانوں پر بہاں بھی مصیبت پیش آئے، وہ سب انسانوں کی طرف سے ہمدردی اور مدد کی ضرورت پیدا کر دیتی ہے، اور یہ اطمینان کی بات ہے کہ ایسے موقعوں پر سب اہل احساس انسان اپنی اپنی ہمدردیاں پیش کرتے ہیں۔ اس موجودہ مصیبت میں جو افراد اس دنیا سے دوسری دنیا کو سدھارے، ان کی ہمدردی میں ہمارے پاس صرف احساسات ہی ہیں، جن کو ہم اپنے تعزیتی کلمات کے ذریعہ پیش کرتے ہیں۔ البتہ جو زخمی ہوئے یا بے گھر ہوئے ان کے ساتھ جو ہمدردی اور مدد قابل عمل ہو سکتی ہے اس کے لئے ہم سب کو حسب استطاعت حصہ لینا چاہئے۔ یہ انسانی ہمدردی اور انسانیت نوازی کا ہم سب پر فریضہ ہے۔ ہم اپنے پروردگار سے دعاء کرتے ہیں کہ ہر طرح کے مصائب سے ہم سب کو محفوظ رکھے۔

ایسے مصائب اس بات کو بھی یاد دلاتے ہیں کہ ان کو روکنے کی قدرت جس ذات اعلیٰ کے ہاتھ میں ہے اس کی نافرمانیوں سے اپنے کو دور رکھنے کی بھی پوری فکر کرنا چاہئے اور اپنی خطاؤں سے توبہ کرنا چاہئے۔ ہماری زندگی میں پروردگار کو ناراض کرنے والی جو باتیں اور معصیتیں ہیں، ان سے ہم باز آنے کی پوری کوشش کریں کیونکہ پروردگار عالم کی رضامندی کے بغیر انسان کو راحت وچین نہیں حاصل ہو سکتا۔

جہاں تک مصیبت زدگان کی مدد کا تعلق ہے ندوۃ العلماء کے ادارہ اور اس کے اسٹاف کی طرف سے بھی مصیبت زدگان کی امداد کی جارہی ہے۔

(حضرت مولانا) محمد رابع حسنی ندوی (دامت برکاتہم)

ناظم ندوۃ العلماء وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پُرسوز

''پاجا سراغ زندگی''

طلبہ سے حضرت ناظم صاحب ندوۃ العلماء کا خطاب

۴؍جنوری ۲۰۰۵ء کو مسجد دارالعلوم میں طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی نے فرمایا کہ دنیا کا نظام اس کے صالح بندوں اور ان کے نیک کاموں کی بدولت قائم ہے۔ دورِ جاہلیت میں بعثت نبوی سے پہلے اخلاق کی ابتری کی جو صورت حال تھی وہ اس دنیا کے خالق و مالک کے لئے قابل نفریں تھی مگر اس دور میں اہل کتاب میں سے چند افراد ایسے بھی تھے جو احکامات رب پر چلتے تھے ورنہ اللہ چاہتا تو دنیا کا نظام اسی وقت درہم برہم ہو جاتا۔ اس تناظر میں اس روایت کو بھی یاد کیجئے کہ قیامت اس تک برپا نہ ہوگی جبتک زمین پر اللہ کا کوئی نام لیوا موجود ہوگا تو روئے زمین کے وجود و بقاء اور اس کی حفاظت و صیانت کا دارومدار اللہ کو راضی کرنے والے اعمال پر ہے۔

دورِ جاہلیت کی ابتری و زبوں حالی سے اللہ کی رحمت جوش میں آئی اور بعثت نبوی کی شکل میں تاریخ انسانی پر اللہ نے بڑا فضل و کرم فرمایا اور روئے زمین پر وہ صالح انقلاب بپا ہوا جس کی مثال سے انسانی تاریخ کا دامن خالی ہے۔

لیکن انسان خطاؤں کا پتلا ہے، گناہوں کا ارتکاب جب حد سے تجاوز کر جاتا ہے تو پھر خدا کا غضب بھڑکتا اور آفات سماوی وارضی کی شکل میں قہر برساتا ہے تاکہ انسان عبرت حاصل کرے اور اپنے رب کی طرف لوٹے۔

طلبہ کو اپنا مقام و منصب یاد دلاتے ہوئے مولانائے محترم نے کہا کہ آپ علوم نبوت کے دسترخوان کے خوشہ چیں ہیں اس لحاظ سے آپ کی ذمہ داری بھی عظیم ہے ذمہ داری کانٹوں کی سیج ہے پھولوں کی سیج نہیں اس سے پہلوتہی جرم ہے چنانچہ خیر امت کی غفلت شعاری اور گمراہی کے اثرات پوری دنیا پر پڑتے ہیں اور خود مسلمانوں کو بھی ذلت و ہزیمت اٹھانی پڑتی ہے اَمر بالمعروف ونہی عن المنکر مسلمانوں کا فرض منصبی ہے اور اس فرض سے کوتاہی کی سزا انہیں ملتی ضرور ہے۔

مدارس عربیہ کے نظام تعلیم کے پیش نظر، علماء و صلحاء اور داعیان کرام پیدا کرنا ہے، مدارس کے پیش نظر ''معاد'' ہے اور وہی اس کی ترجیحات میں شامل ہے، رہا معاش اور رزق تو اس کا ذمہ رزاق نے خود لے رکھا ہے لیکن ذرا سوچئے جو اللہ کا کام کرے گا کیا وہ اپنے اس مخلص بندے کو رزق سے محروم رکھے گا؟ ایمان و یقین میں پختگی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ بس فرض منصبی پیش نظر رہے مدارس کے وہ طلبہ کہ معاش جن کی ترجیحات میں ہے افسوس کہ اپنی تعلیم گاہ کے انتخاب کرنے میں ان سے بڑی بھول ہو رہی ہے۔ نیت کے قبلہ کو درست کر لینے میں دیر نہیں کرنی چاہئے ورنہ بڑے خسارہ کی بات ہے اللہ کی رضا اور اس کی ناپسندیدگی دونوں نگاہ میں رہے اور زندگی کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہو۔

مدارس عربیہ کے طلبہ کا مقصد زندگی تو قرآن نے واضح کر دیا ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر۔ لیکن داعیانہ کام محض تمناؤں سے نہیں ہوتا اس عظیم منصب کی فرائض کی انجام دہی صالحیت وصلاحیت چاہتی ہے، تربیت کے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے اور یہ کام اس وقت آسان اور ممکن ہو جاتا ہے جب مقصد پیش نظر ہو۔

اللہ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، عقل سے نوازا علم بخشا، فرمایا خلق الانسان علمه البیان یہ عقل و دانش، یہ علم و حکمت آخر کیوں بخشی تاکہ انسان انسان بنے اور خیر و شر میں تمیز کرے۔ پھر آپ تو داعی الی اللہ کے منصب پر انشاء اللہ فائز ہوں گے اس کے لئے عقل سلیم بھی چاہئے اور قلب سلیم بھی۔ یہ سب آپ کی حسن نیت، آپ کی محنت و لگن اور طلب صادق پر منحصر ہے مدارس کے بام و در آپ میں یہ خوبیاں نہیں پیدا کر سکتے مدارس وسائل فراہم کر دیں گے، نظام بنا دیں گے لیکن آپ کے دل اور اندرون کو بنانے کا فیصلہ تو آپ کو خود کرنا ہے آپ کا دل دل بنے اور اس میں طلب صادق اور حسن نیت کا بیج پڑے تو ہی مدارس کی سرزمین کی فضا مؤثر ثابت ہوگی اور وہ بیج برگ و بار لائے گا۔

یہ دنیا دارالعمل ہے محنت کا پھل محنت کرنے سے ہی ملتا ہے چنانچہ آپ کو اپنا احتساب کرتے رہنا چاہئے کہ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ آپ کی صلاحیت و استعداد میں بھی اضافہ ہو رہا یا نہیں یا خدانخواستہ

صبح ہوتی ہے، شام ہوتی ہے
عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

کا ماجرا تو نہیں۔ وقت دو دھاری تلوار ہے جو اسے استعمال کرتا ہے دنیا اس کی قدر کرتی ہے اور جو اسے کھوتا ہے اس کے لئے رونے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ محنت کرنے والوں نے کر دکھایا کہ وقت کے صحیح استعمال نے کم وقت میں انہیں زبانوں کا ماہر بنا دیا، فنون پر دسترس انہوں نے حاصل کر لی پھر آپ جو مدارس میں سالہا سال رہتے ہیں، شرعی علوم اور زبانوں پر قدرت و مہارت کیوں نہیں حاصل کر سکتے آپ کو سچے دل سے محاسبہ کرنا چاہئے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ ضیاع وقت کے مرتکب ہو رہے ہوں خدانہ کرے لیکن اگر ایسا ہے تو افسوس کا مقام ہے، جس کی تلافی زندگی میں ممکن نہ ہو سکے گی۔

آج کی اس مجلس میں آخری بات یہ کہنا چاہوں گا کہ آپ کو اپنے مقصد کی عظمت کا احساس ہو، یہ امر آپ کو حوصلہ بخشے گا اور پھر آپ پریشانی کو پریشانی محسوس نہ کریں گے بلکہ اس میں بھی آپ کو لذت و سرور ملے گا، آپ میں قربانی کا وہ جذبہ پیدا ہوگا جس کے بغیر منزل مراد تک انسان پہونچتا نہیں۔ راحت و آرام، سیر و تفریح ان سب کو آپ کو اپنے عظیم مقصد کے حصول کے لئے تج دینا پڑے گا اور پھر انشاء اللہ آپ کو وہ شان امتیازی نصیب ہوگی جو آپ کو قیادت کے منصب پر لا کھڑا کرے گی اور آپ سے انسانیت کی وہ خدمت انجام پائے گی جو ہمارے اسلاف کی یادوں کو تازہ کر سکتی ہے۔

وَمَا تَوفِیقِی اِلَّا بِاللّٰہ

(مرتب: سلمان نسیم)

اداریہ

مسلمانوں پر دہشت گردی کا الزام جھوٹ اور فریب

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

امت مسلمہ آج جس دور سے گذر رہی ہے، نہایت دشوار گذار اور پرخطر دور ہے، امت مسلمہ پر آج ایسا دور آن پڑا ہے جس میں اسلام اور مسلمانوں کو بہت سے خطرات کا سامنا ہے، یہی وجہ ہے کہ مسلمان اپنے اسلامی افکار اور دینی معاملات کے اندر بھی خطرناک قسم کے مکر و فریب اور شبہے میں آچکے ہیں، ایسے الزامات اور تہمتوں کا سامنا ہے جن سے ان کے تشخص کو زک پہنچایا جا رہا ہے۔ مسلمان جو اعلیٰ اوصاف اور اعلیٰ اقدار کے حامل ہیں ان کو دنیا دہشت گرد اور تشدد پسند کے نام سے پکارتی ہے، اس پر مستزاد یہ کہ دشمنان اسلام اپنے دام فریب میں جکڑنے کے لئے نت نئے حربے اور وسائل اختیار کر رہے ہیں، ان میں میڈیا ان کا مؤثر ترین حربہ ہے، جس کے ذریعہ وہ حقائق کو اپنا خاص رنگ دے کر پیش کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ میڈیا ان کا محبوب ترین وسیلہ ہے۔ مسلمان کو ملزم ٹھہرانے اور اسلام کی شبیہ کو دنیا کے سامنے بگاڑ کر پیش کرنے میں اس کا استعمال بکثرت کیا جا رہا ہے۔

باوجود اس کے مشرق کے مسلمانوں کو الزام دیا جاتا ہے کہ وہ دہشت گرد اور تشدد پسند ہیں، اگر یہ واقعی درست ہے تو ان کے دہشت گرد اور متشدد ہونے کے مکمل ذمہ دار وہ ادارے قرار دئے جائیں گے جہاں انہوں نے تربیت پائی ہے اور یہ امر مسلم ہے کہ وہ مغربی ادارے ہی ہیں جہاں ان کی تربیت ہوتی ہے، اس سے قطع نظر وہ کسی بھی قسم کے غلط اقدام کو پسند نہیں کرتے، لیکن اگر اپنے حقوق کے مطالبے کی بنیاد پر انہیں غلط ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے تو یہ انتہائی زیادتی ہے۔ یہ ان کا پیدائشی حق ہے، اپنے وطن کی آزادی چاہتے ہیں، تہذیب و ثقافت کی آزادی چاہتے ہیں، اپنے دین پر آزادانہ طور پر چلنے کی آزادی چاہتے ہیں، لیکن مشرقی عوام کے یہ مطالبات مغربی طاقتوں کو کسی بھی طرح منظور نہیں ہیں۔ وہ ان کے ہر طرح کے معاملات میں مداخلت کرتے ہیں، ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر طرح طرح کی رکاوٹیں اور مشکلات کھڑی کرتے ہیں، یہیں سے تصادم کا آغاز ہوتا ہے۔ نتیجے اور بے قصور مسلمانوں پر بموں کی برسات ہوتی ہے۔ ان کے آباد گھر کھنڈرات اور ملبوں میں تبدیل کئے جا رہے ہیں، ظلم و بربریت کی اگر کوئی انتہا ہے تو یہ انتہا ان پر جا کر ختم ہوتی ہے۔ ظلم و زیادتی کی یہی انتہا ان بے بس اور مظلوم و مقہور لوگوں کے دل و دماغ میں انتقام کے جذبہ کو جنم دیتی ہے۔ یہی جذبہ انتقام، رفتہ رفتہ شعلہ بنتا ہے، اور حالات جب مزید سنگین ہوتے ہیں تو یہی شعلہ لاوا بن کر پھوٹ پڑتا ہے۔ یہ جذبہ انتقام اس وقت اور بھی زیادہ شدت اختیار کر لیتا ہے اور جنون کی حد کو پہنچ جاتا ہے، جب ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے معصوم بچوں اور رشتہ داروں کو تہ تیغ کیا جاتا ہے، ان کی غیرت و حمیت اور عزت نفس کو زک پہنچایا جاتا ہے۔

فلسطین کے معصوم لوگ اسرائیلی طاقتوں کے ظلم کے کس قدر شکار ہیں، دنیا کی آنکھیں دیکھ رہی ہیں، انہیں ان کے شہری حقوق سے محروم رکھا جا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ جن نفوس پر ظلم و ستم کی یہ انتہا ہو اس کا ردعمل بھی اسی قدر ظاہر ہوگا۔ حالات انہیں اس بات پر آمادہ کرتے ہیں اور دفاع کا یہی واحد راستہ انہیں نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ستم کے مارے اپنے ردعمل کے اظہار میں اپنی جانوں کو جوکھم میں ڈال کر کوئی اقدام کر بیٹھتے ہیں۔ ان کے اس ردعمل کے اظہار کا ذمہ دار نہ تو اسلام کو ٹھہرایا جا سکتا ہے اور نہ ہی اسلامی تعلیمات کو اور نہ اس بنیاد پر مسلمانوں کو دہشت گرد کا نام دیا جا سکتا ہے بلکہ کسی بھی قسم کے تشدد آمیز واقعات کے پورے پورے ذمہ دار وہ مغربی طاقتیں ہیں، جس نے انہیں ایسا راستہ اختیار کرنے کا موقع فراہم کیا ہے، اور ان کے جذبہ انتقام کو ہوا دی ہے، مسلمان ہر طرح کے تشدد آمیز واقعات سے بری ہیں، بجز ان چند افراد کے جو نہایت ظلم، استبداد اور آزمائش کی گھڑی سے گذر رہے ہیں، اگر ان سے کسی قسم کا واقعہ رونما ہوتا ہے تو ان کے اس عمل کے مکمل ذمہ دار مغربی سیاسی قوتوں کو ٹھہرایا جا سکتا ہے، جن کے غیر انسانی سلوک نے انہیں ایسا راستہ اپنانے پر مجبور کیا ہے، ورنہ دین اسلام میں اس قسم کے اعمال کی کوئی گنجائش نہیں ملتی۔ اسلام انسان کو انسانیت نوازی اور حلم و بردباری کا سبق سکھاتا ہے، ہمدردی و رحم و کرم کا معاملہ کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ اور ہر ذی حیات کے ساتھ یہی موقف اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ حتیٰ کہ حیوان کے ساتھ بھی نرمی اور شفقت کا معاملہ کرنے کی بات کہی گئی ہے۔ مسلمانوں نے اپنے اس اعلیٰ اوصاف اور بے مثال اخلاقی اقدار کا عملی نمونہ بھی پیش کیا ہے۔ خواہ حالت جنگ ہو کہ حالت امن و سلامتی۔

معاندین اسلام کو اسلام کی تاریخ سے رجوع کرنا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ مختلف ادوار کے اندر مسلمانوں کے غیروں کے ساتھ کس قسم کے معاملات رہے ہیں، اور دیگر ادیان و مذاہب کے ماننے والوں نے کس امن و امان، جان و مال کے تحفظ اور مذہبی و ثقافتی آزادی کے ساتھ زندگی بسر کی۔ مسلم حکمران طبقہ نے کبھی ان کے نجی امور میں مداخلت نہیں کی، اور نہ ان کے احساسات و جذبات پر کسی قسم کی آنچ آنے دی۔ حالت جنگ میں بھی اسلام نے اپنے مخالفین کے ساتھ عفو و درگذر اور معافی تلافی کا ایسا نمونہ پیش کیا جو آج بھی تاریخ میں موجود ہے۔

جب ہم نبی کریم ﷺ کی دس سالہ مدنی زندگی کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں، جن میں آپ کو کئی معرکوں اور جنگوں کا سامنا کرنا پڑا تو دیکھتے ہیں کہ اس مدت کے دوران جو بھی جنگیں ہوئیں، ان میں قتل ہونے والی دشمنان اسلام کی تعداد ڈھائی سو سے متجاوز نہیں ہے اگر اس تعداد کو دس سالوں پر تقسیم کیا جائے تو گویا ہر ماہ صرف دو شخص کے قتل کا واقعہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ اس کے برخلاف جب غیر مسلموں کے مسلمانوں کے ساتھ تعلقات اور ان کے معاملات کا جائزہ لیتے ہیں تو معاملہ بالکل برعکس اور دل دہلا دینے والے واقعات دیکھنے کو ملتے ہیں۔ جب نصرانی بادشاہ بیت المقدس پر حملہ آور ہوا اور اس نے اس پر قبضہ جمایا تو اس سفاکانہ انداز میں مسلمانوں کا قتل کیا کہ ان کے گھوڑوں کے گھٹنے تک خون آلود ہو گئے، لیکن جب اس پاک خطہ کی صلاح الدین ایوبی نے پھر بازیافت کر لی اور صلیبی لوگ ان کے سامنے حاضر ہوئے، تو اس وقت بھی وہی عفو و درگذر کا معاملہ کیا اور سب

کو معاف کر دیا۔

اس کے برخلاف دنیا کی آنکھوں نے گذشتہ صدیوں میں مغرب کی استعماری طاقتوں کے سفاکانہ کردار کو بھی دیکھا ہے کہ اس نے ابنائے مشرق کے ساتھ کس طرح کا معاملہ کیا، جزائر میں بسنے والے ڈیڑھ ملین مسلمانوں کو، جو محض اپنے ملک کی بازیابی اور آزادی کے لئے جدوجہد کر رہے تھے، کس انداز میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اسی طرح جب افغانستان پر روسی فوج قابض ہوئی تو اپنے ملک کی آزادی کا مطالبہ کرنے والے کوئی ایک ملین افغان مسلمانوں کو تہ تیغ کر دیا اور کبھی جب امریکہ کی طاغوتی طاقت نے پھر خونی پنجہ مارا تو اس دوران بھی مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو ابدی نیند سلا دیا۔

اس کے علاوہ بے قصور اور نہتے کتنے ہی مسلمانوں کو سلاخوں کے پیچھے مقید کر کے وہ دردناک ایذائیں پہنچائی ہیں، اور ان کے ساتھ ایسا غیر انسانی سلوک کیا کہ حیوانیت کی انتہا کو پہنچ گئے۔ عراق پر فوجی حملے کی کوئی ڈیڑھ ماہ کے دوران میں اس نے دو لاکھ مسلمانوں کو لقمہ تر بنالیا، ان کے گھروں پر جو بم برسائے گئے ہیں، ان کی تعداد ایک لاکھ دس ہزار تک پہنچ گئی۔ جیسا کہ وہاں سے جاری ایک رپورٹ میں بتایا گیا ہے، جس کی اس نے توثیق بھی کی ہے۔ مسلم ممالک پر ناجائز حملوں اور غاصبانہ قبضوں کے یہ حالیہ واقعات ہیں، اس کے علاوہ جہان اور دیت نام میں مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ ہوا، وہ دلدوز واقعہ ابھی بھی بھلایا نہیں جا سکے گا۔ جن میں مسلمانوں پر قتل وغارت گری کا وہ پہاڑ ٹوٹا کہ دنیا کی آنکھیں اشکبار ہو کر رہ گئیں۔ اب، جبکہ دہشت گردی اور تشدد پسندی کے کئی کئی واقعات پے در پے خود ان کے دہشت گرد اور تشدد ہونے کے واضح ثبوت فراہم کر رہے ہیں پھر کس طرح وہ خود کو امن کا علمبردار اور مسلمانوں کو دہشت گرد کا نام دیتے ہیں۔

اسلام اور اہل اسلام سے حد درجہ مخاصمت رکھنے اور ان پر دہشت گردی جیسے بے بنیاد الزام عائد کرنے کے باوجود مسلمانوں نے کوئی انتقامی کاروائی نہیں کی ہے، بلکہ اپنے اوپر مظالم کے کئی واقعات میں صبر وضبط اور تحمل کا موقف اختیار کئے ہوئے ہیں، حتی کہ اپنے دل ودماغ سے ان واقعات کو بھلا ہی بیٹھے، بجز ان چند مواقع کے جہاں اس کا تذکرہ ناگزیر ثابت ہوا اس راہ میں معاندین اسلام جن وسائل کا زیادہ سے زیادہ سہارا لے رہے ہیں وہ میڈیائی طاقت ہے جو ان کا مؤثر ترین ہتھیار اور یہی سب سے اہم حربہ ہے، جس کے ذریعہ وہ مسلمانوں کے روشن کارناموں کو مسخ کرنے اور ان کی تاریخ کو تحریفات کا رنگ دے کر پیش کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ان ذرائع کے استعمال پر وہ اس قدر متمکن اور قابض ہیں کہ جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بنانا ان کے لئے روزمرہ کا کھیل بن چکا ہے۔ اس میں کوئی رکاوٹ یا قباحت کا احساس تک نہیں ہوتا۔ ان وسائل کا استعمال اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تقریباً سبھی میدان میں نہایت پر اثر انداز میں کر رہے ہیں۔

ان حالات کے پیش نظر ہم پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس کا معقول حل تلاش کریں۔ اور ان وسائل کے صحیح استعمال کے لئے راہیں ہموار کریں، تدبیریں اختیار کریں تاکہ ان وسائل کے توسط سے عوام تک صحیح اور سچی خبریں پہنچانے کا کام انجام پا سکے۔ آج مسلمان اس کی وجہ سے جن دشواریوں کا سامنا کر رہے ہیں، اس سے نجات اور چھٹکارا پا سکیں۔ اس سے زیادہ مؤثر انداز میں ان وسائل کے استعمال سے اپنا دفاع کر سکیں اور یہ ثابت کر دکھائیں کہ دہشت گردی کا الزام خواہ مشرقی مسلمانوں پر ہو کہ مغربی مسلمانوں پر بالکل بے بنیاد اور زمانہ کا بہت بڑا جھوٹ اور فریب ہے۔

نور بصیرت

اسلام قربانی ہے

اسلام کے لفظی معنی اپنے کو دوسرے کے سپرد کر دینا اور طاعت اور بندگی کے لئے گردن جھکا دینا ہے۔ اور یہی وہ حقیقت ہے جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کے اس ایثار وقربانی سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ ان باپ بیٹوں کی اطاعت اور فرمانبرداری کے جذبہ کو صحیفۂ محمدی میں اسلام کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے فرمایا ''جب ابراہیم اور اسماعیل اسلام لائے (یا فرمانبرداری کی یا اپنے کو خدا کے سپرد کر دیا) اور ابراہیم نے اپنے بیٹے (اسماعیل) کو پیشانی کے بل زمین پر لٹایا۔ اور کون ابراہیم کی ملت کو پسند نہ کریگا۔ لیکن وہ جو خود بیوقوف بنے ہم نے اس کو دنیا میں مقبول کیا اور وہ آخرت میں بھی نیکوں میں سے ہوگا، جب اس کے رب نے اس سے کہا کہ اسلام لا (یا فرمانبرداری کر یا اپنے کو سپرد کر دے) تو اس نے کہا میں نے پروردگار عالم کی فرمانبرداری کی (یا اپنے کو اس کے سپرد کر دیا۔)

الغرض ملت ابراہیمی کی حقیقت یہی اسلام ہے کہ انہوں نے اپنے کو خدا کے ہاتھ میں سونپ دیا اور اس کے آستانہ پر اپنا سر جھکا دیا، یہی اسلام کی حقیقت ہے اور یہی ابراہیمی ملت ہے۔ اور اسی بار امانت کو اٹھانے کے لئے حضرت ابراہیم بار بار خدا کے حضور دعا فرماتے تھے کہ ان کی نسل میں اس بوجھ کو اٹھانے والے ہر زمانہ میں موجود رہیں۔ اور بالآخر ان کی نسل میں وہ امین پیدا ہوا جو اس کی امانت کو لے کر تمام دنیا پر وقف عام کر دے چنانچہ دعا فرمائی تو یہ فرمائی۔ ''ہمارے پروردگار ہم کو مسلمان (یا اپنا فرمانبردار بنا) اور ہماری نسل سے ایک مسلمان (یا اپنی فرمانبردار) جماعت بنا اور ہم کو مناسک (حج کے دستور) بتا، اور ہم کو معاف کر دے بیشک تو معاف کرنے والا، اور رحم کرنے والا ہے۔ ہمارے پروردگار! اس میں اپنا ایک رسول بھیج جو تیری آیتیں ان کو پڑھ کر سنائے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھائے اور ان کو پاک اور صاف کرے تو غالب اور حکمت والا ہے۔'' (بقرہ:۱۵) یہ رسول محمد ﷺ تھے، یہ کتاب قرآن پاک تھی، یہ حکمت سنۂ محمدی کا خزانہ علمی وعملی تھا اور یہ مناسک، اسلام کے ارکان حج تھے۔

(علامہ سید سلیمان ندویؒ)

چراغ راہ

وقت کا زبردست چیلنج

اور اس کا مقابلہ

(۱۷ر جولائی ۱۹۹۶ء کو ندوہ کے جلسۂ انتظامی سے کیا گیا ایک خطاب)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین، امابعد فأعوذباللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم، وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ (التوبہ:۱۲۲)

حضرات! اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا قرآن مجید میں مدارس دینیہ کا تذکرہ ہے، کیا ان کے فرائض وواجبات کا ذکر ہے تو میں کہوں گا کہ قیامت تک کے لئے اس آیت میں مدارس کے فرائض اور ذمہ داریوں کی پوری تصویر کھینچ کر رکھ دی گئی ہے، اس آیت میں مدارس کی ذمہ داری کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ یہ تو عملاً ممکن نہیں کہ سب مسلمان گھروں سے نکل آئیں تو ایسا کیوں نہیں ہوا کہ مومنوں کی ہر جماعت میں سے ایک جماعت دین میں سمجھ پیدا کرنے کے لئے گھروں سے نکل کھڑی ہوتی تاکہ جب یہ لوگ دین سیکھ کر اور اس میں گہری سمجھ پیدا کر کے اپنے ملک وقوم میں واپس جائیں تو انہیں عصر حاضر کے فتنوں سے ڈرائیں اور باخبر کریں تاکہ ان کی قوم ان فتنوں سے چوکنا ہو جائے اور ان سے بچنے کی کوشش کرے۔ حقیقت میں مدارس کا کام یہی ہے کہ وہ ایسے افراد تیار کریں جو اپنے زمانے کے نئے نئے فتنوں اور سازشوں سے واقف ہوں اور ان کے مقابلہ کے لئے پوری طرح تیار ہوں۔

حضرات! تاریخ کے ایک طالب علم اور مشرق ومغرب کو قریب سے دیکھنے اور ایک تجربہ کار وواقف کار کی حیثیت سے میں عرض کرتا ہوں کہ مسلمانوں کی تاریخ میں دو بڑے عالمگیر خطرات پیدا ہوئے، ایک تو صلیبی حملہ تھا، جس کا مقصد صرف بیت المقدس پر قبضہ کرنا تھا بلکہ مغربی طاقتوں کے پیش نظر حرمین شریفین پر بھی قبضہ کرنا تھا، اگر سلطان صلاح الدین ایوبی کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ایک قائد مخلص مجاہد نہ کھڑا کیا ہوتا تو خدانخواستہ آج عالم اسلام کا وجود ختم ہو گیا ہوتا، ایک مرد غیب پیدا ہوا، اس نے مسلمانوں کی منتشر طاقتوں کو یکجا کیا اور پوری قوت سے صلیبیوں پر ضرب کاری لگائی اور ان کو ایسی شکست دی کہ دوبارہ عالم اسلام پر یورش کی جرأت انھیں نہ ہو سکی، یہ ذہن میں رہے کہ اس یورش کے پیچھے کوئی دعوت وتحریک اور فلسفہ نہیں تھا۔

دوسرا خطرہ تاتاری کی صورت میں سامنے آیا، تاتاری جیسی وحشی قوم نے عالم اسلام پر زبردست حملہ کیا، شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجادی، سروں کے مینار کھڑے کر دیئے، ان کا اصل نشانہ اگرچہ عراق، ایران اور ترکستان تھے اور انھوں نے انھیں پوری طرح تاراج کر کے رکھ دیا تھا لیکن ان تاتاریوں کی ہیبت اور غیر معمولی دھاک دلوں پر ایسی بیٹھی ہوئی تھی کہ اس زمانہ میں یہ بات ضرب المثل بن گئی تھی کہ ہر بات مان لینا لیکن اگر تم سے یہ کہا جائے کہ تاتاریوں کی شکست ہو گئی تو اس بات پر یقین نہ کرنا اس طرح کہاں عراق وایران اور کہاں انگلستان کا ساحل، مؤرخین نے لکھا ہے کہ تاتاریوں کی ہیبت سے انگلستان کے ساحل پر مچھیرے عرصہ تک شکار کھیلنے نہیں نکلے، اس زمانہ میں یہ اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ عالم اسلام سیاسی ومادی لحاظ سے ختم ہو جائے گا، ان کے حملہ کی نوعیت فوجی تھی، یہ مسلمانوں کی نسل کشی کی مہم تھی، ان کی اس یورش کے ساتھ کوئی دعوت نہیں تھی اور نہ کوئی فلسفہ تہذیب، اور تحریک ودعوت اس کے پس پردہ کام کر رہی تھی اور نہ کسی کلچر اور تہذیب اور ثقافت کو غالب کرنے کا جذبہ ان تاتاریوں کے اندر کارفرما تھا، اللہ تعالیٰ نے اس فتنہ کو بھی ختم کرنے کے لئے مصری جنرل الظاہر بیبرس کو کھڑا کیا جس نے تاتاریوں کو شکست فاش دی اور وہ بے اثر ہو کر رہ گئے، روحانی واعتقادی اعتبار سے بھی اسلام کی دعوت نے اس پوری قوم کو مسخر کر لیا۔ اور تاتاری من حیث القوم دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

حضرات! لیکن آج کے دور میں جو زبردست چیلنج اور غیر معمولی دوررس اثرات ونتائج کے حامل خطرات ہیں وہ پہلے دو خطرات اور چیلنجوں سے کہیں زیادہ سنگین حد تک مضر اور نقصان دہ ہیں، آج جدید تعلیم یافتہ اور حکمراں طبقہ کے دل ودماغ میں یہ بات پوری طرح راسخ کرنے کی کوشش سیاست واقتدار اور صحافت کے ذریعہ کی جارہی ہے کہ آج کے دور میں اسلام کا کوئی کردار نہیں، اس ترقی یافتہ سائنسی دور میں اسلام کا کوئی پیغام نہیں، وہ ایک پرانی یادگار ہے، وہ جدید دور کا ساتھ دینے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اس کی آج کوئی ضرورت نہیں، اس نے ایک زمانہ میں اچھا کردار ادا کیا تھا اس نے دختر کشی ختم کر دی تھی، علم کو فروغ دینے میں اس نے بڑا رول ادا کیا تھا، اور اب قدیم یہودی اور عیسائی مذاہب کی طرح اسلام بھی ایک بے جان مذہب ہے۔ اس وقت یورپ اور امریکہ کی پوری طاقت اسی پر صرف ہو رہی ہے، آج اسرائیل کی موروثی دسیسی ذہانت وشطارت (چالاکی، جس میں تخریبی ذہانت شامل ہے) اور امریکی وسائل وذرائع اس کی اعانت اور اثر ونفوذ سب اس بات پر صرف ہو رہے ہیں کہ عالم اسلام کے تمام ممالک حتی کہ حرمین شریفین بھی (خدانخواستہ) اس سازش کا شکار ہو جائیں، ان مغربی طاقتوں نے عالم اسلام کے حکمرانوں اور وہاں جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو یہ پوری طرح باور کرا دیا ہے کہ اس وقت سیکولرازم اور قوم پرستی کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے، مغرب کی مکمل تقلید ہی میں ان کی ترقی اور کامیابی مضمر ہے، یہ اتنا خطرناک اور عالم اسلام کے خلاف اتنی گہری سازش ہے کہ اس کی سنگینی کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا ہے، اس کے دوررس اثرات ونتائج کا اندازہ کرنے سے راتوں کی نیند اڑ جاتی ہے، نشر واشاعت کے تمام ذرائع کے ساتھ ساتھ سیاسی اور مادی اثر ونفوذ کو بھی استعمال کیا جا رہا ہے، ہمارے پاس اس کے دلائل وشواہد ہیں کہ ان تمام سازشوں کا مرکز اسرائیل ہے اور وہی اس کی قیادت کر رہا ہے، اس زبردست فتنہ کا مقابلہ مدارس دینیہ ہی کر سکتے ہیں۔

(ماخوذ از: کاروان زندگی جلد ششم)

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا

بورڈ کے مسائل پر ایک اہم انٹرویو

گلوبل فیچر کے نمائندے نے صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی سے بورڈ کے عاملہ کے حالیہ اجتماع کے سلسلہ میں رائے معلوم کرنے کے لئے ذیل کا انٹرویو لیا جو عام مطالعہ کے لئے ذیل میں دیا جارہا ہے۔ (اقبال احمد ندوی)

سوال: ادھر کچھ دنوں میڈیا کے بعض کالموں میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی کارکردگی میں کمزوری آجانے کا اظہار کیا گیا، بعض لوگوں نے نئے بورڈ کی بات بھی چلائی، انہی حالات میں بورڈ کی عاملہ کا یہ اجتماع ہوا، آپ کے نزدیک عاملہ کے اس اجتماع سے بورڈ کے معاملات کی کتنی وضاحت ہوئی؟۔

جواب: میں سمجھتا ہوں کہ بورڈ کی عاملہ میں جو غور و خوض ہوا اور جو تجاویز منظور ہوئیں ان سے، بورڈ کے بارے میں بعض لوگ جو باتیں کرنے لگے تھے ان کی صفائی ہوگئی اور صحیح بات سمجھنے میں مدد ملی ہوگی۔

سوال: بورڈ میں رکنیت کا کیا طریقہ ہے اور کیسے نمائندگی ہوتی ہے؟

جواب: آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ دو سو ارکان پر مشتمل امت مسلمہ ہندیہ کا ایک مشترکہ پلیٹ فارم ہے، جس میں مسلمانوں کے تمام مسلکی اور سماجی گروہوں کی نمائندگی ہے۔ اس کے ایک سو ارکان بنیادی ارکان ہیں جو بورڈ کی تشکیل کے موقع پر بطور نمائندگان کے منتخب ہوئے تھے، اور بقیہ ایک سو ہر تین سالہ میقات کے لئے کثرت آراء سے منتخب کئے جاتے ہیں، ان کے انتخاب میں صدر یا سکریٹری کی رائے کو مسلط نہیں کیا جاتا، تمام ارکان کو رائے دینے کا حق ہوتا ہے۔ گذشتہ میقات میں خود میں نے بھی دوسرے ارکان بورڈ کی طرح کئی نام رکنیت کے لئے دیئے، لیکن ان میں سے صرف دو ایک ہی ناموں کو منتخب کیا گیا، میں نے جمہوری اصول پر عمل کرتے ہوئے صدر ہونے کے باوجود مداخلت نہیں کی، اور کثرت آراء سے جو فیصلہ ہوا اس کو منظور کیا۔ نام منتخب کرتے ہوئے دیکھا جاتا ہے کہ کہاں کی کمی ہے، اور کہاں کی ضرورت زیادہ ہے؟ اس کا لحاظ کرتے ہوئے خالی جگہوں کو پُر کیا جاتا ہے۔

اس میں ممکن ہے کہ بعض گروہوں کو اپنی نمائندگی کی کمی محسوس ہوئی ہو، وہ انتخاب کے موقع پر اس کی تلافی کے لئے کہہ سکتے ہیں، اور جمہوری اصول کے مطابق اپنی بات منوا سکتے ہیں۔ لیکن کسی گروہ کے چند اشخاص کا خود کوئی متوازی نظام قائم کرنے کا فیصلہ کرنا، وحدت اسلامی میں شگاف ڈالنے کا ذریعہ تو بن سکتا ہے، امت اسلامیہ کی یا شریعت اسلامی کی کوئی خدمت نہیں ہوسکتی۔

بورڈ کا کام صرف قرآن وحدیث کی روشنی میں شریعت اسلامی کے طے شدہ احکام کی جو حفاظت ہوسکتی ہو اس کے لئے کوشش کرنا ہے، اور چونکہ اس کے ارکان ملت اسلامیہ کے مختلف مسلکوں اور گروہوں کے نمائندوں پر مشتمل ہوتے ہیں، اس لئے مسلکوں اور شرعی نظریات میں ان کے تنوع اور اختلاف کی بناء پر بورڈ ان کے مابین اختلافی مسائل میں دخل نہیں دیتا، وہ امت اور شریعت کے صرف مشترکہ اور متفقہ معاملات ہی کو زیر توجہ و کارکردگی لاتا ہے۔ اسی بناء پر امت اسلامیہ ہندیہ کو بورڈ پر اعتبار ہے۔ اس طرح کا متفقہ بورڈ ہونے کے بعد اگر اس سے ہٹ کر کسی ایک گروہ یا کسی ایک مسلک کے کچھ افراد کی طرف سے کسی متبادل کی بات کی جاتی ہے تو وہ کارگر بھی نہیں، اور امت کی اکثریت اس کو قبول بھی نہیں کرے گی، بلکہ وہ خود اسی گروہ یا مسلک کو دو حصوں میں بانٹ دینے کے مرادف سمجھی جائے گی۔

سوال: کیا رکنیت میں زیادہ تناسب لانے کی کوئی بات پیش نظر لائی گئی؟

جواب: مستقبل قریب میں بورڈ کے تمام ارکان کا اجتماع عام ہونے والا ہے، بورڈ کی رکنیت میں زیادہ تناسب لانے کی کوئی بات آئے گی تو اس پر دستور کے مطابق غور و فیصلہ ہوگا، اور کوئی نقص سامنے آیا تو وہ دور کیا جائے گا۔ اور بورڈ کی کارکردگی کی تفصیلی رپورٹ بھی اس میں آئے گی، اور غور وخوض سے مناسب فیصلے کئے جائیں گے۔

سوال: بورڈ کے متعلق بعض شبہہ کرنے والوں نے یہ بات پھیلائی تھی کہ وہ شریعت کے کسی متفقہ مسئلہ میں کوئی ردوبدل کرے گا۔ نکاح نامہ کے مسئلہ پر بھی تبصرے آئے۔ اخبارات میں بھی مختلف لوگوں کی طرف سے مختلف باتیں کہی گئیں، اس سلسلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں؟۔

جواب: نکاح نامہ کا مسئلہ غلط فہمیوں کا شکار ہوا، ورنہ وہ کوئی نئی یا کوئی ردوبدل کی بات نہیں تھی، جو نکاح نامہ ہوتا ہے اس کو شرعی لحاظ سے زیادہ واضح کرنے کی بات تھی، چنانچہ اسی لحاظ سے اس کو نمونہ

کے طور پر پیش کردیا گیا۔ اور جہاں تک کسی شرعی مسئلہ کا معاملہ ہے تو اس میں تغیر کیسے کیا جاسکتا ہے؟۔ بورڈ تو شریعت کے معاملات کی حفاظت اور تقویت کے لئے قائم ہوا ہے نہ کہ کسی ترمیم کے لئے۔ یہ حقیقت برابر واضح رہی ہے اور بورڈ کے طرز عمل سے یہ بات ثابت بھی ہوچکی ہے۔

البتہ ملت اسلامیہ کے مسائل ومعاملات کے تعلق سے بورڈ کی یہ بات جان لینے کی ہے کہ امت مسلمہ کے کل مسائل کی ذمہ داری بورڈ پر نہیں آتی، مسلمانوں کی مختلف جماعتیں اور ادارے ہیں جن کے سامنے امت کے مختلف مسائل اور امت کی حفاظت وخدمت کے مختلف پہلو ہیں، ان کے لئے کوشش کی اصل ذمہ داری بورڈ ان ہی جماعتوں اور اداروں کا حق سمجھتا ہے، البتہ ان کے سلسلہ میں بورڈ کا کوئی تعاون ضروری ہو تو بورڈ اپنی استطاعت و وسعت کے مطابق پیش کرنا پسند کرتا ہے، جیسا کہ بابری مسجد کے سلسلہ میں وہ کررہا ہے۔ اس کے لئے اپنے ارکان پر مشتمل اس نے ایک کمیٹی بنادی ہے جو بورڈ کے تعاون سے کام کررہی ہے، کمیٹی کے کنوینر مقرر ہیں، وہ بورڈ اور کمیٹی کے درمیان واسطہ ہیں، اور کمیٹی کے ترجمان ہیں۔

رہے بورڈ کی ذمہ داری کے اصل معاملات تو وہ شریعت اسلامی کی حفاظت اور ترویج کے معاملات ہیں، چنانچہ مسلمانوں کی معاشرتی زندگی میں شریعت کے حکم کے خلاف جو طریقے اختیار کئے جاتے ہیں ان کی اصلاح کی کوشش، نیز شرعی معاملات میں جو آپسی نزاعات پیدا ہوں ان کی اصلاح کے لئے دارالقضاء کا جگہ جگہ قیام اور پرسنل لا کو قانونی سطح پر پیش آنے والے خطرات کا مقابلہ۔ یہ تین پہلو بورڈ کی ذمہ داری کے اصل پہلو ہیں، ان کے سلسلہ میں کوشش کرنے کے لئے بورڈ نے اپنے مختلف ارکان کو ذمہ داریاں سپرد کر رکھی ہیں، اور ان کے کنوینر مقرر کئے ہیں، اور متعلقہ ذمہ داروں کے ذریعہ رضا کارانہ طور پر آپس کے مشورہ اور موافقت سے یہ سب کام انجام پاتے ہیں، چنانچہ عاملہ کے جلسہ میں ان مذکورہ معاملات کے سلسلہ میں کارکردگی کی تفصیل پیش کی گئی، اور آئندہ کام کو بڑھانے اور زیادہ سود مند بنانے کی تجاویز طے کی گئیں، جن میں ارکان نے اپنی اپنی آراء کے ساتھ شرکت کی، اور یہ سب ارکان مسلمانوں کے مختلف مسلکوں اور مختلف جماعتوں سے تعلق رکھتے ہیں، اور بورڈ کے معاملہ میں متفق الرائے ہیں، ان میں اس مسلک کے نمائندے بھی ہیں جس کے بعض افراد نے بورڈ سے الگ کچھ کرنے کی بات کا اظہار کیا ہے۔ بورڈ کا اور ہر تنظیم وادارہ کا یہ اصول وطریقہ ہے کہ اس کے کارگزاروں کی کارکردگی میں نقص محسوس کیا جائے تو اس کے لئے اس کی عاملہ ہے، اور صدر وسکریٹری ہیں، ان کو متوجہ کیا جاسکتا ہے، عاملہ بااختیار ادارہ ہے، بورڈ کے فیصلے اور کارکردگی اس کی ہدایت کے مطابق انجام پاتی ہے۔

سوال: بورڈ کا اجتماع عام کیرالہ میں ہونے والا تھا، اپنی اعلان کردہ تاریخوں میں کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب: بورڈ کا یہ اجلاس ایسے علاقہ میں ہونے جارہا تھا جہاں بورڈ کو کارکردگی کا موقع کم ملا تھا، کیرالہ کے اہل تعلق نے اس کی طرف توجہ بھی دلائی تھی، وہاں اجلاس کے لئے تیاری وترتیب کے لئے کچھ زیادہ وقت کی ضرورت تھی، تاریخ کے تعین میں اس کا لحاظ نہیں ہوسکا تھا، لہٰذا خود مقامی انتظامیہ نے تاریخ بڑھانے کا مشورہ دیا، چنانچہ اجلاس مؤخر کرنے کا فیصلہ ہوا، اب مشورہ سے یہ رائے ہوئی ہے کہ رواں سال کا اجلاس دوسری جگہ کرلیا جائے، کیرالہ میں اس کے بعد کا اجلاس رکھا جائے۔

روداد چمن

امین شجاع

"ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا"

"النادی العربی" اور "جمعیۃ الاصلاح" کی افتتاحی تقریبات

دارالعلوم ندوۃ العلماء دراصل تحریک ندوۃ العلماء کو بپا کرنے کے لئے افراد سازی اور مردم گری کے لئے قائم کیا گیا تھا، چنانچہ یہاں کی خاک سے وہ رجال اٹھے جو گلستان علم وفضل میں اپنی انفرادی شان کے ساتھ کھلے، مہکے اور الحمدللہ یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔ اشاعت اسلام اور دفاع اسلام کے لئے اس کے مایہ ناز داعیوں نے تحریر وتقریر کے میدانوں میں اپنے انمٹ نقوش چھوڑے، مستشرقین کی معاندانہ تحریروں کا مدلل ومسکت جواب دیا، باطل کے خیموں کو اکھاڑ پھینکا، اتحاد بین المسلمین کا غلغلہ بلند کیا اور دینی وعصری علوم کے امتزاج سے وہ کارنامے انجام دئے جو بانیان ندوہ کے خوابوں کی تعبیر ہیں۔

ندوہ کی اس فکر کا سفر جاری ہے بلکہ حالات کی ناسازگاری میں شدت پیدا ہوجانے سے ندوۃ العلماء کے جو مقاصد رہے ہیں ان کی اہمیت وافادیت روز بروز افزوں ہوتی جارہی ہے چنانچہ زمانہ کی رفتار پر نگاہ اور مستقبل بینی کے پیش نظر اب پہلے سے کہیں زیادہ ناگزیر ہوگیا ہے کہ ایسے باصلاحیت علماء ندوہ سے پیدا ہوں جو حالات کا ادراک وشعور رکھتے ہوں اور مسائل کے حل کے لئے کتاب وسنت اور سیرت رسول اکرمؐ سے روشنی ورہنمائی حاصل کرتے ہوں۔ ایک طرف شرقی علوم کے لئے عربی زبان پر انہیں دسترس ہو تو دوسری طرف وہ اپنی مادری اور علاقائی زبانوں میں بھی اپنے مافی الضمیر کو ادا کرنے کی پوری قدرت رکھتے ہوں۔

النادی العربی اور جمعیۃ الاصلاح طلبہ کے لئے وہ پلیٹ فارم ہیں جہاں وہ اپنی تحریری وتقریری خوابیدہ صلاحیتوں کو اجاگر کرسکیں اور ان میں نکھار پیدا کرسکیں الحمدللہ ان انجمنوں کی افتتاحی تقریبات جوش وخروش کے ساتھ منعقد ہوئیں جمعیۃ الاصلاح کا افتتاح حضرت ناظم صاحب نے اور النادی العربی کا افتتاح حضرت مہتمم صاحب نے فرمایا انجمنوں کے عہدیداران کو منصب مبارک!! منصب اعزاز تو ہے مگر اصل میں ذمہ داری اور فرض شناسی کا امتحان بھی ہے کاش طلبہ اس کو فراموش نہ کریں آگے بڑھیں اور کچھ کر دکھائیں۔ اور حضرت ناظم صاحب اور حضرت مہتمم صاحب کی گرانقدر تحریر کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں کہ وہ ان کے طویل تر تجربات کا نچوڑ ہوا کرتی ہیں۔

فقہ اور فتاویٰ

قربانی کے مسائل

مولانا مفتی محمد طارق ندوی

سوال (۱) کیا قربانی کے گوشت کو قربانی کے جانور میں شریک لوگوں کے درمیان اندازے سے تقسیم کیا جاسکتا ہے؟

جواب (۱) قربانی کے گوشت کو اندازے سے تقسیم نہیں کیا جاسکتا "أما عدم جواز القسمة مجازفة فلأن فيها معنى التمليك واللحم من الأموال الربوية فلا يجوز تمليكه مجازفة كسائر الأموال الربوية (بدائع الصانع ۲۰۲/۴)

سوال (۲) بعض لوگ بجائے خود ذبح کرنے کے دعاء پڑھ کر چھری پر پھونک دیتے ہیں اور قصاب ذبح کرتا ہے تو کیا پھونکنے کا یہ طریقہ درست ہے؟

جواب (۲) اگر قصاب تسمیہ پڑھ کر ذبح کرتا ہے تو مذبوحہ حلال ہوجائیگا اور اس طرح سے پھونکنے کا عمل درست نہیں شریعت میں اس کی کوئی سند نہیں ہے۔

سوال (۳) اگر کسی کی نماز ایام تشریق میں قضاء ہوگئی تو کیا ایام تشریق گذرنے کے بعد اس کی قضاء میں تکبیر تشریق کہے گا؟

جواب (۳) تکبیرات ایام تشریق کے ساتھ خاص ہیں ایام تشریق کے علاوہ میں تکبیرات کہنا درست نہیں ہے لہٰذا بغیر تکبیرات کے قضاء نماز کو ادا کرنا ہوگا۔

سوال (۴) عیدالاضحیٰ کے دن مستحب یہ ہے کہ عید کی نماز تک کھانے پینے سے رکا رہے یہ حکم کس کے لئے ہے جو قربانی کرنے والا ہے اس کے لئے یا سب کے لئے؟

جواب (۴) قربانی کرنے والے ہی کے لئے نہیں بلکہ تمام لوگوں کے لئے مستحب ہے کہ روزہ دار کی طرح رہیں اور عیدالأضحیٰ کی نماز کے بعد کھائیں پئیں اور اگر اپنے گھر قربانی ہے تو اپنی ہی قربانی سے کھانا چاہئے۔

سوال (۵) عورتوں کو مثل مردوں کے عیدگاہ میں جانے کے لئے نماز کے لئے جانا درست ہے یا نہیں؟

جواب (۵) اس زمانہ میں بلکہ بہت پہلے سے ہی عورتوں کا جماعت میں شریک ہونے کے لئے مسجد وعیدگاہ جانا ممنوع ومکروہ ہے یہ ممانعت صحابہ کرامؓ کے زمانہ ہی سے ہے۔

سوال (۶) اونٹ وغیرہ بڑے جانور میں سات شریکوں کے بجائے صرف دو ہی آدمی ملکر قربانی کریں اور ہر ایک کے حصہ میں ساڑھے تین حصہ آئیں تو کیا قربانی صحیح ہوگی؟

جواب (۶) صورت مذکورہ میں قربانی جائز ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہیں ہے۔

سوال (۷) کیا قربانی کا گوشت غیر مسلم کو دیا جاسکتا ہے؟

جواب (۷) دیا جاسکتا ہے۔

نکاح نامہ پر مضمون آئندہ شمارہ میں

مسلم پرسنل لا بورڈ کے "ہدایت نامہ برائے نکاح" (نکاح نامہ) پر ایک مضمون، جس سے نہ صرف اس نکاح نامہ کی ضرورت وافادیت پر روشنی پڑے، بلکہ اس سے متعلق پائی جانے والی غلط فہمیوں کا ازالہ بھی ہو، انشاء اللہ آئندہ شمارہ میں شامل اشاعت کیا جائے گا صفحات کی تنگ دامانی کی وجہ سے اس اہم مضمون کو اس شمارہ میں شامل نہ کئے جانے پر ہم معذرت چاہتے ہیں۔ (رئیس التحریر)

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں

ممبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے گزارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA

44,Haji Building, S.V.Patel Road

Null Bazar, Mumbai-400003

Tele: Add Cupkettle

Tel:3460220,3468708

قسط دوم

لبیک اللّٰھم لبیک

حج کے آداب

مولانا محمد یوسف لدھیانوی کی ایک یادگار تقریر

کوئی محروم نہیں آتا:

ایک بات اور سمجھ میں آئی، وہ یہ کہ جانے والے تو سب ہی جاتے ہیں جیسا کہ میں نے عرض کیا چھوٹے بھی جاتے ہیں، بڑے بھی جاتے ہیں، عالم بھی جاتے ہیں، جاہل بھی جاتے ہیں، نیک بھی جاتے ہیں، بدکار بھی جاتے ہیں، اچھے بھی جاتے ہیں، برے بھی جاتے ہیں، اور یقین ہے کہ کوئی وہاں سے محروم نہیں آتا کسی کو محروم نہیں کیا جاتا۔

لاکھوں انسانوں کی دعا رد نہیں ہوتی:

ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ وہ اپنے دوستوں سے میدان عرفات میں فرمانے لگے کہ بھئی! ایک بات بتاؤ، یہ پانچ لاکھ، دس لاکھ، یا پندرہ بیس لاکھ حاجی ہیں جو میدان عرفات میں اترے ہوئے ہیں، اگر اتنا بڑا مجمع، دس لاکھ کا مجمع کسی سخی کے دروازے پر جمع ہوجائے اور اسے یہ کہے کہ برائے کرم ایک چھٹانک آٹا دے دیجئے، یا یہ سارا مجمع کسی سخی کے دروازے پر جمع ہوکر درخواست کرے کہ ایک پیسے کی ضرورت ہے، ایک پیسہ دے دیجئے تو تمہارا کیا خیال ہے وہ سخی ان دس لاکھ آدمیوں کی فرمائش پر ایک پیسہ نہیں دے گا؟ ایک چھٹانک آٹا نہیں دے گا؟ دوستوں نے کہا جی حضرت کیوں نہیں دے گا، فرمایا یہ سب لوگ ایک بارگاہ عالی سے مغفرت مانگ رہے ہیں اور پوری دنیا کی بخشش کردینا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا آسان ہے جتنا کہ ایک سخی کے لئے ایک پیسہ دے دینا۔ سارے حاجی صاحبان مل کر گڑگڑا کر، رو رو کر اللہ تعالیٰ سے کہہ رہے ہیں کہ یا اللہ! بخش دے، گناہ معاف کردے، بخشش فرمادے، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید رکھنا چاہئے کہ وہ ان کی درخواست کو رد نہیں فرمائے گا۔

تو میں عرض کررہا تھا کہ مجھے یقین ہے انشاء اللہ وہاں سے کوئی محروم نہیں آتا، اللہ تعالیٰ وہاں سے کسی کو محروم نہ لوٹائے، اس لئے کہ جو شخص نعوذ باللہ وہاں سے بھی محروم آیا اس کے لئے پھر کونسا دروازہ ہے؟

ایک بزرگ کا واقعہ:

ایک بزرگ تھے، وہ جب بھی لبیک کہتے تھے تو آواز آتی تھی "لا لك لبيك" (تمہاری لبیک منظور نہیں) ہر سال حج پر جاتے اور جب بھی لبیک کہتے تو آواز آتی کہ تیری لبیک قبول نہیں، ایک دفعہ ساتھ میں ان کا خادم بھی تھا، اس نے بھی یہی آواز سنی، وہ بزرگ اسی ذوق وشوق اور اسی رغبت ومحبت کے ساتھ حج کے ارکان ادا کررہے تھے، خادم نے کہا حضور لبیک تو نامنظور، پھر اس محنت کا فائدہ؟ کہنے لگے تم نے بھی سن لی ہے؟ کہنے لگا ہاں! فرمایا: میں پچاس سال سے سن رہا ہوں، پچاسواں حج ہے، پچاس سال سے برابر سن رہا ہوں کہ جب بھی لبیک کہتا ہوں، ادھر سے آواز آتی ہے تیری کوئی لبیک نہیں، چل دفعہ ہو۔ شاگرد کہنے لگا کہ پھر ٹکریں مارنے کا کیا فائدہ؟ فرمایا: بر خوردار! کوئی اور دروازہ ہے جہاں چلا جاؤں؟ یہ تو منظور نہیں کرتے، کوئی اور دروازہ ہے کہ جاکر وہاں سے مانگ لوں؟ نہیں! نہیں! یہی ایک دروازہ ہے، ملتا ہے تب بھی، نہیں ملتا تب بھی، مانگنا تو اسی دروازے سے ہے، ایک عارف نے خوب کہا ہے:

یا بم اور رایا نہ! جستجوئے می کنم
حاصل آید یا نہ آید آرزوئے می کنم

میں اس کو پاؤں یا نہ پاؤں، جستجو کرتا رہوں گا، اور وہ مجھے ملے نہ ملے آرزو کرتا رہوں گا۔

بہت بڑی محرومی:

الغرض اگر کوئی وہاں سے خدانخواستہ محروم واپس آگیا تو اس کی محرومی ناقابل علاج ہے، اس کی محرومی کا کوئی علاج نہیں ہوسکتا، وہ تو ابلیس کا بھائی ہوا کہ ابلیس خدا کی بارگاہ سے بھی راندہ گیا، لیکن اندازہ یہ ہوا (واللہ اعلم بالصواب) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات کو بہتر سمجھتے ہیں) کہ جو بھی محبت کے ساتھ جاتے ہیں وہ کچھ نہ کچھ لے کے آتے ہیں۔

جتنا برتن اتنی خیرات:

مگر یہ بات سمجھ میں آئی کہ جتنا برتن لے کر جاؤ گے اتنی ہی خیرات ملے گی، افسوس اس بات کا ہے کہ ہم اپنا برتن بہت چھوٹا لے جاتے ہیں، جاتے ہیں سب سے بڑی بارگاہ میں کہ اس سے بڑی کوئی بارگاہ نہیں، اس سے کوئی بڑا در بار نہیں لیکن وائے حسرت کہ ہم بہت چھوٹا برتن لے جاتے ہیں، اتنا برتن لے کر کہ ایک چلو پانی سے بھر جائے، اس کا افسوس اور صدمہ ہے، حد سے زیادہ صدمہ! کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو سمیٹنے کے لئے جیسا برتن چاہئے ویسا برتن ہمارے پاس نہیں اور اس کا مہیا کرنا بھی مشکل ہے، بھائی اللہ تعالیٰ کی رحمتیں تو لامحدود ہیں، لامحدود رحمتوں کو سمیٹنے کے لئے لامحدود برتن کہاں سے لائیں؟ لیکن پھر بھی ذرا بڑا برتن تو ہونا چاہئے، اتنا بڑا ظرف ہونا چاہئے کہ آسمان و زمین کی وسعتیں اس کے سامنے ہیچ ہوں، اور وہ کیا ہے؟ عبدیت کا برتن، فنائیت کا برتن، یعنی اپنے آپ کو مٹا دینا اور اپنی انا کو ختم کردینا، جتنی فنائیت اور عبدیت زیادہ ہوگی اسی قدر رحمتوں کی بارش بھی زیادہ ہوگی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنے بندوں پر ہوتی ہے، اور جو لوگ اپنے دلوں کے اندر انانیت اور غرور و پندار کے بت لے کر بیٹھے ہوں، ان پر کیا رحمت ہوگی، تو جتنی عبدیت کسی کی کامل ہوگی اور جس قدر اپنے آپ کو مٹا دینے اور اپنی عقل کے، اپنے نفس کے اور اپنی طبیعت کے تقاضوں کو پس پشت ڈال کر بارگاہ الٰہی میں حاضری دینے کی کیفیت ہوگی، اسی قدر عنایات

خداوندی کی دولت سے نوازا جائے گا۔

حلق نہ کرانے پر ایک کرنل کا واقعہ:

میں حرم شریف میں بیٹھا تھا ایک دوست ایک کرنل صاحب کو لے کر آئے ، کرنل صاحب ماشاء اللہ، وہاں جا کر بھی کرنل کے کرنل ہی تھے، انگریزی بال رکھے ہوئے تھے، اور احرام کھولنے کے لئے دو تین بال کاٹ دئے تھے، داڑھی اسی طرح مونڈی ہوئی تھی، میرے دوست کہنے لگے کہ جی میں نے ان کو مسئلہ سمجھایا کہ احرام کھولنے کے لئے حلق یا قصر کرانا ضروری ہے، لیکن یہ مانتے نہیں ہیں، آپ ذرا ان کو سمجھا دیں، میں نے کہا: بھائی! سب سے اول نمبر پر حلق ہے، یعنی سر کے سارے بال استرے سے منڈوا دیئے جائیں، جیسا کہ حدیث میں ہے:

یعنی رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی کہ: اے اللہ! رحمت نازل فرما حلق کروانے والوں پر، صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! بال کٹانے والوں کے لئے بھی دعا کر دیجئے ، یعنی جو لوگ احرام کھولنے کے لئے حلق کرانے کے بجائے قینچی کے ساتھ، مشین کے ساتھ بال کٹوا دیتے ہیں ان کے لئے رحمت کی دعا فرما دیجئے، فرمایا: اے اللہ! رحمت نازل فرما حلق کرانے والوں پر، یعنی بال صاف کرانے والوں پر، اس پر صحابہؓ نے پھر عرض کیا، آپ ﷺ نے تیسری بار فرمایا: اے اللہ! رحمت نازل فرما حلق کرانے والوں پر، صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! قصر کرنے والوں کے لئے بھی دعا کر دیجئے، فرمایا: چلو مقصرین پر بھی اللہ کی رحمت ہو:

ایک آدمی اللہ کے گھر پہونچتا ہے، اسکے باوجود رسول اللہ ﷺ کی دعائے رحمت سے محروم رہنا گوارا کرتا ہے، اس سے بڑا بدنصیب کون ہوگا؟ تو پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ بھائی استرے کے ساتھ سارے سر کے بال اتارو، یہ افضل ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے ایسے آدمی کے لئے تین دفعہ دعائے رحمت فرمائی ہے، لیکن اگر یہ نہ ہو تو پورے سر کے بال ایک پورے کے برابر کٹوا دو، اور یہ بھی نہ ہو تو کم سے کم چوتھائی سر کے بال اتار دینے سے احرام کھل جائے گا، گو ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے، لیکن اگر کسی نے چوتھائی سر سے کم بال اتارے تو اس کا احرام ہی نہیں کھلا، وہ بدستور احرام میں ہے، اسی طرح احرام کی حالت میں کپڑا پہن رہا ہے، اسی طرح دوسرے کام کر رہا ہے، میں نے یہ مسئلہ بیان کیا تو کرنل صاحب کہتے ہیں کہ جی مولوی صاحب! اتنی تنگی تو نہیں چاہئے، سبحان اللہ ماشاء اللہ! میں بھی ذرا تیز مزاج ہوں میں نے غالب کا شعر پڑھ دیا:

ہاں! ہاں! انہیں دفا پرست، جاؤ! وہ بے دفا سہی
جس کو ہو جان و دل عزیز، اس کی گلی میں جائے کیوں؟

آپ کو کس حکیم نے مشورہ دیا تھا یہاں تشریف لانے کا؟ اگر آپ کو اپنے بالوں سے اتنی محبت ہے اور اس کو تنگی سمجھتے ہیں تو کس حکیم نے کہا تھا کہ آپ حج بیت اللہ کے لئے یا عمرہ کے لئے تشریف لائیں؟ تمہیں یہ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی کہ یہ تنگی کر رہے ہو؟ اب آپ خود ہی دیکھ لیں کہ یہ بے چارہ کتنا چھوٹا برتن لے کر گیا، اسی کو میں کہہ رہا ہوں کہ اللہ کے گھر میں بیٹھ کر بھی چہرے پر استرا پھیرتے ہو؟ اور نبی کریم ﷺ کے سامنے اسی طرح جاتے ہو؟ نہیں بھائی! اپنے آپ کو بدلنے کی نیت سے جاؤ اور پختہ ارادہ لے کر جاؤ کہ اب تک تو جو کچھ ہوا سو ہوا، لیکن اب اللہ کے گھر پہنچ گئے ہیں، اب یہ گھر والا جو کچھ کہے گا وہ کریں گے، پھر گھر والے سے جو مانگو گے وہ دے گا۔

حجر اسود کو بوسہ دینا اللہ تعالیٰ سے مصافحہ:

اسی لئے اکابر فرماتے ہیں کہ یہ جو حجر اسود کو چومتے ہیں، بوسہ دیتے ہیں یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مصافحہ کرنا اور اس کے ساتھ عہد باندھنا ہے، ایک مسئلہ درمیان میں سمجھ لیجئے! اصل تو یہ ہے کہ حجر اسود کو بوسہ دیا جائے، لیکن اگر ہجوم زیادہ اور حجر اسود تک پہنچنا مشکل ہو تو کسی کو دھکا نہ دو اور نہ دھکا کھاؤ، بلکہ اس طرح استلام کر لو یعنی حجر اسود کی طرف ہاتھ لمبے کر کے یہ تصور کرو کہ گویا ہم نے اپنے ہاتھ حجر اسود پر رکھ دیئے اور پھر ان کو چوم لو، یہ اسی کے حکم میں ہے کہ تم نے حجر اسود کو بوسہ دے دیا، حدیث میں فرمایا گیا کہ "یہ حجر اسود اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے، جو لوگ اس کو چومتے ہیں یا استلام کرتے ہیں وہ اللہ سے مصافحہ کرتے ہیں (ذکر الحلبانی فی کشف الخفاء وقال: ولہ شواھد ، فالحدیث حسن) اور اللہ سے مصافحہ کرنے کے بعد کھرا اور کھوٹا الگ الگ ہو جاتے ہیں، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "لیمیز اللہ الخبیث من الطیب" (تاکہ اللہ تعالیٰ خبیث اور طیب کے درمیان امتیاز کر دے) اگر حج کے بعد زندگی بدل گئی تو سمجھو اس کسوٹی پر کھرا نکلا۔

حج مبرور کی جزاء:

اور اگر زندگی ویسے کی ویسی ہی رہی جیسے پہلے تھی، یا پہلے سے بھی بدتر ہو گئی تو معلوم ہوا کہ کھوٹا نکلا، اور حدیث شریف میں فرمایا:

"والحج المبرور لیس لہ جزاء الا الجنۃ" (مشکوۃ ص:۲۲۱)

ترجمہ: حج مبرور کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں۔

حج مبرور اس کو کہتے ہیں کہ جس میں کوئی غلطی نہ کی گئی ہو، اور گناہ نہ کیا گیا ہو، اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم کیا گیا ہو، کسی شخص کو حج مبرور نصیب ہونے کی علامت یہ ہے کہ آئندہ کے لئے اس کی زندگی کی لائن بدل جائے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائے۔

☆☆☆

روضۂ اقدس ﷺ پر حاضری اور چالیس نمازوں کی ادائیگی

جناب مفتی محمد جمیل خان

جس طرح ہر حاجی پر ارکان حج کی ادائیگی ضروری ہے ، اسی طرح روضۂ اقدس پر حاضری اور مسجد نبوی ﷺ میں نمازوں کی ادائیگی بھی ضروری ہے، جس کو "زیارت النبیؐ" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کچھ عازمین حج، حج سے قبل اور کچھ بعد میں زیارت النبیؐ کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اس کی بہت زیادہ فضیلت واہمیت بیان کی ہے۔ اس کے دو درجے ہیں۔ ایک صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کے لئے روضۂ اقدس پر حاضر ہونا اور دوسرے مسجد نبویؐ میں چالیس نمازیں اور مسجد نبویؐ کے مختلف مقامات پر نوافل وغیرہ ادا کرنا۔ سب سے پہلے اس زیارت کی فضیلت واہمیت کو اجاگر کیا جاتا ہے، تاکہ ذوق وشوق کے ساتھ اس کو ادا کیا جا سکے۔

نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات امت مسلمہ کے لیے سب سے عظیم نعمت ہے ہر مسلمان اپنی جان ومال کو آپ کی ذات اور آپ کی عظمت کے لیے نچھاور کرنا زندگی کی سب سے بڑی سعادت تصور کرتا ہے۔ تصور کیجئے کہ آپ اس عظیم ہستی کے دربار میں پہنچ رہے ہیں، حدیث شریف کے مطابق آپ ﷺ کے دربار میں پہنچنے کا مطلب آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہونا ہے، اس لئے بہت احتیاط ووقار واحترام کے پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے عقیدت ومحبت کے ساتھ شریعت کے اصولوں کی پاس داری کرتے ہوئے اس فریضے کی ادائیگی کے لیے روانہ ہوں اور آپ کی زبان درود شریف کی حلاوت سے مسلسل تر ہو۔ روضۂ اقدس، مسجد نبویؐ کے پورے حصے کے ساتھ ساتھ مدینۂ منورہ بھی بہت زیادہ فضیلت واہمیت کا درجہ رکھتا ہے، اس لیے درجہ بہ درجہ ہر ایک کے احترام کو ملحوظ رکھیں۔

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے میرے قبر وروضے کی زیارت کی، اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔ (دار قطنی)

حضرت ابن عمرؓ ہی کی روایت ہے کہ جو میری زیارت کے لیے آئے اور اس کے سوا اس کی کوئی نیت نہ ہو، تو مجھ پر حق ہو گیا کہ میں اس کی سفارش کروں۔ (طبرانی)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی، تو ایسا ہے گویا میری زندگی میں زیارت کی۔

نبی اکرم ﷺ سے روایت ہے کہ جو شخص ارادہ کر کے میری زیارت کرے، وہ قیامت میں میرے پڑوس میں ہوگا اور جو شخص مدینۂ منورہ میں قیام کرے اور وہاں کی تنگی اور تکلیف پر صبر کرے، میں اس کے لیے قیامت میں گواہ اور سفارشی ہوں گا اور جو حرم مکہ مکرمہ یا حرم مدینہ میں انتقال کر جائے، وہ قیامت میں امن والوں میں اٹھے گا۔

حضرت ابن عمرؓ حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے حج کیا اور میری زیارت نہیں کی، اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ (الشفاء)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے جب مکہ سے ہجرت فرمائی تو وہاں ہر طرف اندھیرا چھا گیا اور جب مدینہ منورہ پہنچے تو وہاں کی ہر چیز روشن ہوگئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ میرا گھر ہے، اسی میں قبر ہوگی اور ہر مسلمان پر حق ہے کہ وہ میری زیارت کرے۔ (ابوداؤد)

حضرت ابن عباسؓ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص حج کے لیے مکہ مکرمہ جائے اور پھر میرا قصد کرے کہ میری مسجد میں آئے، اس کے لئے دو حج مقبول لکھے جاتے ہیں۔ (دیلمی)

ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ تمام علمائے کرام کے نزدیک حضور ﷺ کے روضے کی زیارت اور آپ ﷺ پر سلام پڑھنا اہم ترین نیکیوں اور افضل ترین عبادات میں سے ہے اور اعلیٰ درجات پر پہنچنے کے لئے کامیاب ذریعہ اور اہم وسیلہ ہے۔ اس کا چھوڑنا غفلت اور بہت بڑی جفا ہے اور معمولی عذر کی وجہ سے اس سعادت سے محرومی انتہائی قساوت اور ظلم ہے اس لئے حج سے پہلے یا حج سے فارغ ہونے کے بعد ہر حاجی روضۂ اقدس پر سلام پیش کرنے کی نیت سے مدینہ منورہ جائے تو درج ذیل آداب وزیارت النبی ﷺ مستحب ہیں:

سب سے اہم بات نیت ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ حضور ﷺ پر حاضری کی نیت سے یہ سفر کرے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ مسجد نبوی ﷺ میں نمازوں کی ادائیگی کی نیت میں حضور ﷺ کا اکرام و احترام زیادہ ہے۔ اس نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی نیت بھی ضروری ہے۔ ریاکاری اور تفاخر وغیرہ کی نیت سے بچنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔ راستے میں مسنون اعمال اور شریعت کے اصولوں کا بہت زیادہ خیال رکھیں۔

حضرت ابن عمرؓ اس سفر میں ان اعمال کا بھی خیال رکھتے تھے جو حضور اکرم ﷺ نے فطری تقاضوں کی وجہ سے کئے تھے۔ جتنا اس سفر میں

شریعت کے آداب کا خیال رکھا جائے گا، اتنا ہی اس کا روحانی فائدہ ہوگا۔

تصور کریں کہ جس راستے سے آپ گزر کر مدینہ منورہ جارہے ہیں اس راستے سے نبی اکرم ﷺ نے ہجرت کا مشقت بھرا سفر فرمایا تھا، اس لئے اس کو ''طریق الہجرۃ'' کہا جاتا ہے۔ ایسے کتنے مقام اس سفر میں ہوں گے جہاں پر حضور اکرم ﷺ اور خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے قدم مبارک کے نشانات ہوں گے۔ اس لئے ہجرت کے واقعے کو ذہن میں رکھ کر خوب درود شریف پڑھتے ہوئے یہ راستہ طے کریں۔ مدینہ منورہ جیسے جیسے قریب آتا جائے، آپ کی محبت وعقیدت اور جوش وخروش میں اضافے کے ساتھ درود شریف پڑھنے میں اضافہ ہوتا جائے۔ کیوں کہ روایت کے مطابق جب حضور اکرم ﷺ سفر سے واپسی پر مدینہ منورہ کے قریب پہنچتے تو سواری کو تیز فرمادیتے تھے۔

مدینہ منورہ کی حدود شروع ہوجائے تو ان الفاظ سے دعا کریں: ''اے اللہ، یہ تیرے نبی اکرم ﷺ کا حرم ہے، اس کو تو میرے لئے آگ سے بچنے کا اور عذاب سے بچنے اور حساب کی برائی سے بچنے کا ذریعہ بنادے۔''

شہر میں ادب واحترام سے درود شریف پڑھتے ہوئے داخل ہوں اور اپنی عمارت پر پہنچ کر سامان وغیرہ اطمینان سے رکھ دیں۔ اچھی طرح غسل کرکے نیا یا صاف جوڑا پہن لیں اور خوشبو لگائیں، اگر ممکن ہو تو کچھ صدقہ وغیرہ بھی کردیں، اس کے بعد ادب و احترام کے ساتھ مسجد نبوی ﷺ کی طرف روانہ ہوں۔ بہتر یہ ہے کہ مسجد نبوی ﷺ میں ''باب جبریل'' سے داخل ہوں، ورنہ کسی بھی دروازے سے داخل ہوا جاسکتا ہے۔ مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہوتے وقت دایاں قدم رکھتے ہوئے یہ دعا پڑھیں:

بسم اللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ اللھم افتح لی ابواب رحمتك"

مسجد میں کسی جگہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھیں اور اگر ہجوم نہ ہو تو ''ریاض الجنۃ'' میں جاکر دو رکعت پڑھ کر خوب دعائیں مانگیں اور استغفار کریں۔ اس کے بعد نہایت وقار کے ساتھ روضہ اقدس ﷺ کی طرف نیچی نگاہیں کرتے ہوئے جائیں۔ روضۂ مبارک، باب السلام کی طرف سے جائیں تو مسجد نبوی ﷺ کے [illegible] دروازے سے تھوڑا پہلے بائیں ہاتھ پر آئے گا۔ ریاض الجنۃ سے نکل کر بائیں ہاتھ کی طرف حضرت عثمان غنیؓ کی توسیع کردہ مسجد میں بڑھیں گے تو بائیں ہاتھ پر ستون کے بعد جالیاں نظر آئیں گی، پہلی جالی والا حصہ گزار کر درمیان والے حصے پر پہنچیں گے تو بڑے دائرے والی کھڑکی روضہ اقدس کے اس جگہ کی نشان دہی کرتی ہے جہاں پر نبی آخر الزماں ﷺ کا سینۂ اطہر اور چہرۂ مبارک ہے اس کو ''مواجہ شریف'' کہا جاتا ہے۔ اس کے بالکل سامنے چند فٹ دور، فاصلہ چھوڑ کر کھڑے ہو جائیں، نظریں نیچی کرکے درج ذیل الفاظ میں ستر مرتبہ سلام پیش کریں۔ حدیث شریف کے مطابق اس انداز میں سلام پیش کرنے والوں کے لئے حضور ﷺ اپنے پر شفاعت واجب فرماتے ہیں۔

"صلی اللہ علیك وسلم یا سیدی یا رسول اللہ"

اس کے بعد سلام کے جو الفاظ یاد ہوں یا کتاب سے دیکھ کر خوب ذوق وشوق کے ساتھ سلام پیش کریں۔ ہاتھ اٹھائے بغیر دعائیں مانگیں۔ اپنی مغفرت کی شفاعت چاہیں، اپنے والدین، اہل و عیال، عزیز واقارب، بیوی بچوں اور امت مسلمہ کے لئے خوب دعائیں کریں۔ آنسوؤں کا نذرانۂ عقیدت پیش کریں۔

گرا کر چار آنسو حال دل سب کہہ دیا ان سے
دیا مجھ کو زباں کا کام چشم خوں فشاں تو نے

بار بار حاضری کی اجازت چاہیں یہ تصور کریں کہ حضور اکرم ﷺ خود سلام سماعت فرمارہے ہیں اور جواب مرحمت فرمارہے ہیں۔ اس کے بعد اپنے والدین بیوی بچوں، دوست و احباب اور جن حضرات نے سلام پیش کرنے کے لئے کہا ہے، ان کی طرف سے بھی سلام پیش کریں، یاد رکھیں کہ اگر آپ نے کسی سے سلام پہنچانے کا وعدہ کرلیا ہے تو آپ پر سلام پہنچانا واجب ہوگیا۔ سلام ان الفاظ سے پہنچائیں: ''اے اللہ کے رسول ﷺ میرے والد محترم کی طرف سے سلام قبول فرمائیے وہ شفاعت کے طلب گار تھے، ان کے حق میں شفاعت فرمائیے۔''

اسی طرح باری باری سب کی طرف سے سلام پیش کرنے کے بعد اجتماعی سلام اس طرح کہیں ''اے اللہ کے رسول ﷺ جن لوگوں نے مجھے سلام پیش کرنے کو کہا ہے، ان کی طرف سے سلام قبول فرمائیں۔''

اس کے بعد دائیں طرف ہٹ کر اگلے دائرے والی کھڑکی کے سامنے کھڑے ہوکر خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ان الفاظ سے سلام پیش کریں: "السلام علیك یا خلیفة رسول اللہ۔ السلام علیك یا ابابکر الصدیق۔"

پھر دائیں طرف ہٹ کر تیسرے دائرے والی کھڑکی کے ساتھ کھڑے ہوکر خلیفۂ ثانی سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں ان الفاظ سے سلام پیش کریں: "السلام علیك یاخلیفة رسول اللہ السلام علیك یا سیدنا عمر فاروقؓ۔ السلام علیك یا ناطق بالصواب۔"

اس کے بعد ان دونوں کھڑکیوں کے درمیان کھڑے ہوکر دونوں خلفاء پر اجتماعی سلام ان الفاظ سے پڑھیں: "السلام علیکما یا وزیری رسول اللہ، السلام علیکما یامشیری رسول اللہ، السلام علیکما یاصاحبی رسول اللہ"۔

پھر حضور اکرم ﷺ کے مواجہ شریف پر آکر دوبارہ آپ کی خدمت میں سلام پیش کریں اور تھوڑا سا ہٹ کر کہ روضۂ اقدس کی طرف پیٹھ نہ ہو، قبلہ رخ ہوکر ہاتھ اٹھا کر خوب دعائیں کریں۔ یہاں آپ کا آٹھ نو دن قیام ہوگا۔ روزانہ دو تین مرتبہ ضرور سلام پیش کرنے کے لیے حاضر ہوں، ممکن ہے کہ دوبارہ موقع نہ ملے۔

مدینۂ منورہ میں قیام کے درمیان دوسرا اہم کام مسجد نبوی ﷺ میں چالیس نمازوں کی ادائیگی ہے۔ یہاں پر ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار کے برابر ہے، جب کہ مسلسل چالیس نمازوں کی ادائیگی کرنے والوں کے لیے حضور ﷺ کی شفاعت واجب ہوجاتی ہے، اس لیے کوشش کریں کہ تکبیر اولیٰ کے ساتھ ہر نماز صف اوّل یا اگلی صفوں میں ادا کرے۔ ''ریاض الجنۃ'' میں ادا ہوجائے تو بہت ہی اچھا ہے۔ اذان سے بہت پہلے مسجد میں داخل ہوں گے تو مناسب جگہ مل سکے گی۔ قیام مدینہ کے دوران تہجد مسجد میں ادا کرنے کا اہتمام کریں۔ زیادہ سے زیادہ وقت مسجد میں گزارنا چاہیے۔

مسجد نبوی ﷺ میں ریاض الجنۃ بہت ہی مبارک حصہ ہے۔ یہ جنت کا ٹکڑا ہے، کیوں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرے حجرے اور منبر کا درمیانی حصہ جنت کا ٹکڑا ہے۔ ریاض الجنۃ میں حضور ﷺ کی محراب سب سے مبارک جگہ ہے، کیوں کہ یہ جگہ آپ ﷺ کی سجدہ گاہ ہے۔ اس کے علاوہ ''ستون حنانہ'' ''ستون عائشہ'' ''ستون وفود'' اور ''ستون توبہ'' بھی قبولیتِ دعا کی جگہیں ہیں۔ حضرت عمرؓ کی توسیع والی محراب اور منبر مبارک سے متصل حصہ بھی مبارک ہے۔ ''ریاض الجنۃ'' کی نشانی یہ ہے کہ اس حصے کے تمام ستون سنگ مرمر کے ہیں، جن پر ہری ہری دھاریاں ہیں اور فرش پر قالین کا رنگ لال کے بجائے سلیٹی ہے۔

مسجد نبوی ﷺ کے علاوہ مدینہ منورہ میں مسجد قبا، اسلام کی پہلی مسجد ہے، جس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے مسجد نبوی ﷺ میں نماز فجر ادا کی اور پھر مسجد قبا آکر دو رکعات ادا کیں اس نے گویا میرے ساتھ عمرہ ادا کیا (یعنی حضور ﷺ کے ساتھ عمرے کی ادائیگی کا ثواب اس کو ملے گا) شہدائے اُحد اور حضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ کا مزار اور میدان اُحد جو بہت ہی مبارک جگہ ہے، یہاں دعا قبول ہوتی ہے۔ سیّد الشہداء حضرت حمزہؓ، حضرت مصعبؓ، اور شہدائے اُحد کو سلام پیش کریں، ان کے وسیلے سے دعا مانگیں۔ میدان جنگ خندق، مسجد قبلتین، مسجد علیؓ وغیرہ میں جاکر زیارت کرنا اور دو رکعت ادا کرنا افضل و مستحب عمل ہے۔ جنت البقیع جاکر خلیفۂ ثالث، شہید مظلوم حضرت عثمان غنیؓ، حضرت حلیمہ سعدیہؓ، اُمّ المومنین، حضرت صفیہؓ اور حضور ﷺ کی دیگر پھوپھیاں، خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراؓ، حضرت رقیہؓ حضرت امّ کلثومؓ، حضرت زینبؓ، حضور اکرم ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ حضور ﷺ کے صاحبزادے حضرت طیبؓ، حضرت امام مالکؒ، امام شافعیؒ، صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور مشائخ وعلمائے کرام کے مزارات پر حاضری دے کر حضور ﷺ کی سنت کے مطابق دعائیں مانگیں اور ان کا وسیلہ طلب کریں۔ چالیس نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور اکرم ﷺ پر الوداعی سلام پیش کرتے ہوئے فراق اور جدائی کے غم سے روتے ہوئے آئندہ حاضری کی استدعا کرتے ہوئے مدینۂ منورہ سے رخصت ہوں

یاربّ صلِّ وسلّم دائماً ابداً، علیٰ حبیبك خیر الخلق کلّهم۔

اٹھ کے ثاقب گو چلا آیا ہوں، اس کی بزم سے
دل کی تسکین کا مگر ساماں اسی محفل میں ہے

فکری وتربیتی کیمپ
برائے حفاظت دین

جیسا کہ معلوم ہے فرق باطلہ اسلام کو نقصان پہونچانے میں ہمہ وقت کوشاں ہیں، خاص طور سے قادیانیت اور عیسائیت منصوبہ بند طور پر علم دین سے ناواقف مسلمان بھائیوں کا شکار کررہی ہیں، مزید برآں اسلام کے خلاف معاندانہ پروپیگنڈہ بڑے پیمانہ پر کیا جارہا ہے اور غیر مسلموں کے ذہن خراب کئے جارہے ہیں۔ اس صورت حال کا مقابلہ کس طور پر ہو؟ اور ہمارے علماء کس طرح میدان عمل میں یہ دینی فریضہ انجام دیں؟ اس پر غور وخوض اور عملی لائحۂ عمل طے کرنے اور اب تک کئے گئے کاموں کا جائزہ لینے کے لئے شعبۂ دعوت وارشاد ندوۃ العلماء نے ایک سہ روزہ فکری وتربیتی پروگرام برائے ملحقہ مدارس (صوبۂ اتر پردیش) طے کیا ہے یہ پروگرام انشاء اللہ ۱/۲/۳ فروری ۲۰۰۵ء کو دار العلوم ندوۃ العلماء میں منعقد ہوگا۔

نوٹ: اس پروگرام میں وہی مدارس شریک ہوسکیں گے جن کو دعوت نامہ بھیجا جائے گا۔

والسلام

(جناب مولانا) محمد حمزہ حسنی ندوی
ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ
۲۰/۱۰/۱۴۲۵ھ مطابق ۴/۱۲/۲۰۰۴ء

تزکیہ وتربیت

اللہ کے ذکر کے فوائد

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ

حافظ ابن قیمؒ ایک مشہور محدث ہیں، انہوں نے ایک مبسوط رسالہ عربی میں "الوابل الصیب" کے نام سے ذکر کے فضائل میں تصنیف کیا ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں کہ ذکر میں سو سے بھی زیادہ فائدے ہیں، ان سے نمبروار اتنا سی فائدے انہوں نے ذکر فرمائے ہیں، جن میں سے چند کو مختصراً اس جگہ نقل کیا جاتا ہے، اور چونکہ بہت سے فوائد ان میں سے ایسے ہیں جو کئی کئی فائدوں پر مشتمل ہیں، اس لحاظ سے یہ اپنی اصل تعداد سے زیادہ پر مشتمل ہے۔

(۱) ذکر شیطان کو دفع کرتا ہے اور اس کی قوت کو توڑتا ہے (۲) اللہ جل جلالہ کی خوشنودی کا سبب ہے (۳) دل سے فکر وغم کو دور کرتا ہے (۴) دل میں فرحت، سرور اور انبساط پیدا کرتا ہے (۵) بدن کو اور دل کو قوت بخشتا ہے (۶) چہرے اور دل کو منور کرتا ہے (۷) رزق کو کھینچتا ہے (۸) ذکر کرنے والے کو ہیبت اور حلاوت کا لباس پہناتا ہے یعنی اس کے دیکھنے سے رعب پڑتا ہے اور دیکھنے والوں کو حلاوت نصیب ہوتی ہے (۹) اللہ تعالیٰ شانہ کی محبت پیدا کرتا ہے اور محبت ہی اسلام کی روح اور دین کا مرکز ہے اور سعادت اور نجات کا مدار ہے، جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ کی محبت تک اس کی رسائی ہو اس کو چاہئے کہ اس سے ذرہ بھی غفلت نہ کرے، جیسا کہ پڑھنا اور تکرار کرنا علم کا دروازہ ہے، (۱۰) ذکر سے مراقبہ نصیب ہوتا ہے جو مرتبہ احسان تک پہنچا دیتا ہے، یہی مرتبہ ایسا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسی نصیب ہوتی ہے گویا اللہ جل جلالہ کو دیکھ رہا ہے (یہی مرتبہ صوفیاء کا منتہائے مقصود ہوتا ہے) (۱۱) اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع پیدا کرتا ہے، جس سے رفتہ رفتہ یہ نوبت آجاتی ہے کہ ہر چیز میں حق تعالیٰ شانہ اس کی جائے پناہ اور ماویٰ وملجاء بن جاتے ہیں اور ہر مصیبت میں اسی کی طرف توجہ ہو جاتی ہے، (۱۲) اللہ کا قرب پیدا کرتا ہے اور جتنا ذکر میں اضافہ ہوتا ہے، اتنا ہی قرب میں اضافہ ہوتا ہے اور جتنی ذکر سے غفلت ہوتی ہے اتنی ہی اللہ سے دوری ہوتی ہے (۱۳) اللہ کی معرفت کا دروازہ کھولتا ہے (۱۴) اللہ جل شانہ کی ہیبت اور اس کی بڑائی دل میں پیدا کرتا ہے اور اللہ کے ساتھ حضوری پیدا کرتا ہے (۱۵) اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں ذکر کا سبب ہے، چنانچہ کلام پاک میں ارشاد ہے: "فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ" اور حدیث میں وارد ہے: "من ذكرني في نفسه ذكرته في نفسي" اگر ذکر میں اس کے سوا اور کوئی بھی فضیلت نہ ہوتی، تب بھی شرافت اور کرامت کے اعتبار سے یہی ایک فضیلت کافی تھی، چہ جائیکہ اس میں اور بھی بہت سی فضیلتیں ہیں (۱۶) دل کو زندہ کرتا ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دل کے لئے ایسا ہی ہے جیسا مچھلی کے لئے پانی، خود غور کرلو کہ بغیر پانی کے مچھلی کا کیا حال ہوتا ہے (۱۷) دل اور روح کی روزی ہے، اگر ان دونوں کو اپنی روزی نہ ملے تو ایسا ہے جیسا کہ بدن کو اس کی روزی (یعنی کھانا) نہ ملے (۱۸) دل کو زنگ سے صاف کرتا ہے، جیسا کہ حدیث میں بھی وارد ہوا ہے، ہر چیز پر اس کے مناسب زنگ اور میل کچیل ہوتا ہے، دل کا میل اور زنگ خواہشات اور غفلت ہیں، یہ اس لئے صفائی کا کام دیتا ہے (۱۹) لغزشوں اور خطاؤں کو دور کرتا ہے (۲۰) بندہ کو اللہ جل شانہ سے جو وحشت ہو جاتی ہے، اس کو دور کرتا ہے کہ غافل کے دل پر اللہ کی طرف سے ایک وحشت رہتی ہے جو ذکر ہی سے دور ہوتی ہے (۲۱) جو ذاکر بندہ کرتا ہے وہ عرش کے چاروں طرف بندہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے (۲۲) جو شخص راحت میں اللہ جل شانہ کا ذکر کرتا ہے، اللہ جل جلالہ مصیبت کے وقت اس کو یاد کرتا ہے (۲۳) اللہ کے عذاب سے نجات کا ذریعہ ہے (۲۴) سکینہ اور رحمت کے اترنے کا سبب ہے اور فرشتے ذکر کرنے والے کو گھیر لیتے ہیں (۲۵) اس کی برکت سے زبان غیبت، چغل خوری، جھوٹ، بدگوئی اور لغوگوئی سے محفوظ رہتی ہے۔ چنانچہ تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ جس شخص کی زبان اللہ کے ذکر کی عادی ہو جاتی ہے، وہ ان اشیاء سے عموماً محفوظ رہتا ہے اور جس کی زبان عادی نہیں ہوتی وہ ہر نوع کی لغویات میں مبتلا رہتا ہے (۲۶) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں غفلت کی مجلسیں شیطان کی مجلسیں ہیں، اب آدمی کو اختیار ہے جس قسم کی مجلسوں کو چاہے پسند کرلے اور ہر شخص اسی کو پسند کرتا ہے جس سے مناسبت رکھتا ہے (۲۷) ذکر کی وجہ سے ذکر کرنے والا بھی سعید (نیک بخت) ہوتا ہے، اور اس کے پاس بیٹھنے والا بھی، اور غفلت یا لغویات میں مبتلا ہونے والا خود بھی بدبخت ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھنے والا بھی (۲۸) قیامت کے دن حسرت سے محفوظ رکھتا ہے، اس لئے حدیث میں آیا ہے کہ ہر وہ مجلس جس میں اللہ کا ذکر نہ ہو، قیامت کے دن حسرت اور نقصان کا سبب ہے (۲۹) ذکر کے ساتھ اگر تنہائی کا رونا بھی نصیب ہو جائے تو قیامت کے دن کی تپش اور گرمی میں جبکہ ہر شخص میدان حشر میں بلبلا رہا ہوگا، یہ عرش کے سایہ میں ہوگا (۳۰) ذکر میں مشغول رہنے والوں کو ان سب چیزوں سے زیادہ ملتا ہے جو دعائیں مانگنے والوں کو ملتی ہیں، حدیث میں اللہ جل شانہ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جس شخص کو میرے ذکر نے دعاء سے روک دیا اس کو میں دعائیں مانگنے والوں سے افضل عطا کروں گا (۳۱) باوجود سہل ترین عبادت ہونے کے تمام عبادتوں سے افضل ہے، اس لئے کہ زبان کو حرکت دینا بدن کے اور تمام اعضاء کو حرکت دینے سے سہل ہے (۳۲) اللہ کا ذکر جنت کے پودے ہیں (۳۳) جس قدر بخشش اور انعام کا وعدہ اس پر ہے اتنا کسی اور عمل پر نہیں ہے چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص "لا اله الا الله وحده لاشريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئى قدير" سو مرتبہ کسی دن پڑھے تو اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوتا ہے اور سو نیکیاں اس کے لئے لکھی جاتی ہیں اور سو برائیاں اس سے معاف کردی جاتی ہیں اور شام تک شیطان سے محفوظ رہتا ہے اور دوسرا کوئی شخص اس سے افضل نہیں ہوتا مگر وہ شخص کہ اس سے زیادہ عمل کرے، اسی طرح اور بہت سی احادیث ہیں جن سے ذکر کا افضل اعمال ہونا معلوم ہوتا ہے (۳۴) دوام ذکر کی بدولت اپنے نفس کو بھولنے سے امن نصیب ہوتا ہے جو سبب ہے دارین کی سعادت کا، اس لئے کہ اللہ کی یاد کو بھلا دینا سب ہوتا ہے خود اپنے نفس کے بھلا دینے کا اور اپنے تمام مصالح کے بھلا دینے کا، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: تم ان لوگوں کی طرح نہ بنو جنہوں نے اللہ سے بے پروائی کی، پس اللہ نے ان کو اپنی جانوں سے بے پرواہ کردیا، یعنی ان کی عقل ایسی ماری گئی کہ اپنے حقیقی نفع کو نہ سمجھا اور جب آدمی اپنے نفس کو بھلا دیتا ہے تو اس کے مصالح سے غافل ہو جاتا ہے اور یہ سب ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے جیسا کہ کسی شخص کی کھیتی ہو یا باغ ہو اور اس کو بھول جائے، اس کی خبر گیری نہ کرے، تو لامحالہ وہ ضائع ہو جائے گا، اور اس سے امن جب ہی مل سکتا ہے جب اللہ کے ذکر سے زبان کو ہر وقت تر وتازہ رکھے اور ذکر اس کو ایسا محبوب ہو جائے جیسا کہ پیاس کی شدت کے وقت پانی اور بھوک کے وقت کھانا اور سخت گرمی اور سخت سردی کے وقت مکان اور لباس، بلکہ اللہ کا ذکر اس سے زیادہ کا مستحق ہے، اس لئے کہ ان اشیاء کے نہ ہونے سے بدن کی ہلاکت ہے جو روح اور دل کی ہلاکت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے (۳۵) ذکر آدمی کی ترقی کرتا رہتا ہے، بستر پر بھی اور بازار میں بھی، نعمتوں اور لذتوں کے ساتھ مشغولی میں بھی اور کوئی ایسی چیز نہیں جو ہر وقت ترقی کا سبب بنتی ہو جتنی کہ جس کا دل نور ذکر سے منور ہو جاتا ہے وہ سوتا ہوا بھی غافل شب بیداروں سے بڑھ جاتا ہے (۳۶) ذکر کا نور دنیا میں بھی ساتھ رہتا ہے اور قبر میں بھی ساتھ رہتا ہے اور آخرت میں پل صراط پر آگے آگے چلتا ہے، حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے: "ایسا شخص جو پہلے مردہ یعنی گمراہ تھا، پھر ہم نے اس کو زندہ یعنی مسلمان بنا دیا اور اس کو ایسا نور دے دیا کہ وہ اس نور کو آدمیوں میں لئے ہوئے پھرتا ہے، یعنی وہ نور ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے، کیا ایسا شخص بدحالی میں اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو گمراہیوں کی تاریکیوں میں گھرا ہو کہ ان سے نکلنے ہی نہیں پاتا؟" پس اول شخص مومن ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی محبت اور اس کی معرفت اور اس کے ذکر سے منور ہے اور دوسرا شخص ان چیزوں سے خالی ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ نور نہایت مہتم بالشان چیز ہے اور اسی میں پوری کامیابی ہے، اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طلب اور دعا میں مبالغہ فرمایا کرتے تھے اور اپنے ہر ہر جزو میں نور طلب فرماتے تھے، چنانچہ احادیث میں متعدد دعائیں ایسی ہیں جن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دعا فرمائی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گوشت میں، ہڈیوں میں، پٹھوں میں، بال میں، کھال میں، کان میں، آنکھ میں، اوپر، نیچے، دائیں، بائیں، آگے، پیچھے نور ہی نور کردے۔ حتیٰ کہ یہ بھی دعا ہے کہ خود مجھ ہی کو سراپا نور بنادے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی نور بن جائے، اسی نور کی بقدر اعمال میں نور ہوتا ہے حتیٰ کہ بعض لوگوں کے نیک عمل ایسی حالت میں آسمان پر جاتے ہیں کہ ان پر آفتاب جیسا نور ہوتا ہے اور ایسا ہی نور ان کے چہروں پر قیامت کے دن ہوگا (۳۷) ذکر تصوف کا اصل اصول ہے اور تمام صوفیہ کے سب طریقوں میں رائج ہے، جس شخص کے لئے ذکر کا دروازہ کھل گیا ہے، اس کے لئے اللہ جل شانہ تک پہنچنے کا دروازہ کھل گیا اور جو اللہ جل شانہ تک پہنچ گیا وہ جو چاہتا ہے پاتا ہے کہ اللہ جل شانہ کے پاس کسی چیز کی بھی کمی نہیں ہے، (۳۸) آدمی کے دل میں ایک گوشہ ہے جو اللہ کے ذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی پُر نہیں ہوتا اور جب ذکر دل پر مسلط ہو جاتا ہے تو نہ وہ صرف اس گوشہ کو پُر کرتا ہے بلکہ ذکر کرنے والے کو بغیر مال کے غنی کردیتا ہے اور بغیر کنبے اور جماعت کے لوگوں کے دلوں میں عزت والا بنا دیتا ہے اور بغیر سلطنت کے بادشاہ بنا دیتا ہے اور جو شخص ذکر سے غافل ہوتا ہے وہ باوجود مال ودولت کنبہ اور حکومت کے ذلیل ہوتا ہے (۳۹) ذکر پراگندہ کو مجتمع کرتا ہے اور مجتمع کو پراگندہ کرتا ہے، دور کو قریب کرتا ہے اور قریب کو دور کرتا ہے، پراگندہ کو مجتمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے دل پر جو متفرق "ہموم غموم" تفکرات پریشانیاں ہوتی ہیں، ان کو دور کرکے جمعیت خاطر پیدا کرتا ہے، اور مجتمع کو پراگندہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی پر جو تفکرات مجتمع ہیں، ان کو متفرق کردیتا ہے اور آدمی میں جو لغزشیں اور گناہ جمع ہو گئے ہیں ان کو پراگندہ کردیتا ہے اور جو شیطان کے لشکر آدمی پر مسلط ہیں، ان کو پراگندہ کردیتا ہے اور آخرت کو جو دور ہے قریب کردیتا ہے اور دنیا کو جو قریب ہے دور کردیتا ہے (۴۰) ذکر آدمی کے دل کو نیند سے جگاتا ہے، غفلت سے چوکنا کرتا ہے اور دل جب تک سوتا رہتا ہے، اپنے سارے ہی منافع کھوتا رہتا ہے، (۴۱) ذکر ایک درخت ہے جس پر معارف کے پھل لگتے ہیں، صوفیاء کی اصطلاح میں

احوال اور مقامات کے پھل لگتے ہیں اور جتنی بھی ذکر کی کثرت ہوگی، اتنی ہی اس درخت کی جڑ مضبوط ہوگی اور جتنی جڑ مضبوط ہوگی، اتنے ہی زیادہ پھل اس پر آئیں گے (۴۲) ذکر اس پاک ذات کے قریب کر دیتا ہے جس کا ذکر کر رہا ہے حتی کہ اس کے ساتھ معیت نصیب ہو جاتی ہے، چنانچہ قرآن پاک میں ہے کہ "اللہ جل شانہ متقیوں کے ساتھ ہے۔"

اور حدیث میں وارد ہے: "میں اپنے بندے کے ساتھ رہتا ہوں، جب تک کہ وہ میرا ذکر کرتا رہتا ہے"۔ ایک حدیث میں ہے کہ میرا ذکر کرنے والے میرے آدمی ہیں، میں ان کو اپنی رحمت سے دور نہیں کرتا، اگر وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں تو میں ان کا طبیب ہوں اور اگر وہ توبہ نہ کریں تو میں ان کا طبیب ہوں کہ ان کو گناہوں سے پاک کروں، نیز ذکر کی وجہ سے جو اللہ جل شانہ کی معیت نصیب ہوتی ہے وہ ایسی معیت ہے جس کے برابر کوئی دوسری معیت نہیں ہے، نہ وہ زبان سے تعبیر ہو سکتی ہے، نہ تحریر میں آسکتی ہے اس کی لذت وہی جان سکتا ہے جس کو یہ نصیب ہو جاتی ہے (۴۳) ذکر غلاموں کے آزاد کرانے کے برابر ہے، مالوں کے خرچ کرنے کے برابر ہے، اللہ کے راستے میں جہاد کے برابر ہے، (۴۴) ذکر شکر کی جڑ ہے جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ شکر بھی ادا نہیں کرتا، ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ جل جلالہ سے عرض کیا کہ آپ نے مجھ پر بہت احسانات کئے ہیں، مجھے طریقہ بتا دیجئے کہ میں آپ کا بہت شکر ادا کروں اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا کہ جتنا بھی تم میرا ذکر کروگے، اتنا ہی شکر ادا ہوگا۔ دوسری حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ درخواست ذکر کی گئی ہے کہ یا اللہ! تیری شان کے مناسب شکر کس طرح ادا ہو؟ اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ تمہاری زبان ہر وقت ذکر کے ساتھ تر و تازہ رہے۔

☆☆☆

مولانا برکت اللہ بھوپالی ایجوکیشنل اینڈ سوشل سروس سوسائٹی (رجسٹرڈ-17236/86)

کے زیر اہتمام

جنگ آزادی کے عظیم مجاہد، حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد

اور پہلی جلاوطن حکومت کے وزیر اعظم

پروفیسر مولانا برکت اللہ بھوپالی

کی یاد میں قائم دینی وعصری تعلیم کے اہم مراکز

☐ برکت اللہ پبلک ہائر سیکنڈری اسکول

گاندھی نگر، بھوپال، مدھیہ پردیش، انڈیا

☐ برکت اللہ گرلس ہائر سیکنڈری اسکول

سلطانیہ روڈ، سٹی ٹیلی فون ایکسچینج کے سامنے، بھوپال، ایم پی، (انڈیا)

☐ اس ادارہ میں عصری تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم کا بھی معقول انتظام ہے۔

☐ غریب اور نادار و مفلس طلبہ کو مفت تعلیم دی جاتی ہے۔

منجانب:- حاجی محمد ہارون ایڈوکیٹ۔ (بانی وناظم اعلیٰ)

فون:0091-755-2543466, 2642715

قنوج کے قدیم مشہور و معروف کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ و اعلیٰ

☆ شمامۃ العنبر ☆ عطر گلاب ☆ روح خس ☆ عطر موتیا ☆ عطر حنا ☆ عطر گل ☆ عطر کیوڑہ،

☆ اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔

ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں

محمد یٰسین محمد یامین تاجران عطر

ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر

آئیڈیل پرفیوم سنٹر (پرائیویٹ لمیٹیڈ) قنوج فون:234445

امین الدین شجاع الدین

موجودہ ملی مسائل اور

امیر شریعت حضرت مولانا نظام الدین صاحب کے افکار

یکم دسمبر ۲۰۰۴ء کو چار باغ اسٹیشن لکھنؤ کے پلیٹ فارم پر حضرت امیر شریعت مولانا نظام الدین صاحب سے موجودہ ملی مسائل پر کی گئی ایک گفتگو۔ یہ حضرت امیر شریعت کی خوئے دلنوازی اور خورد نوازی تھی کہ حضرت والا نے کمال محبت وشفقت سے پلیٹ فارم پر گفتگو میں تامل نہ فرمایا مزید برآں، دسمبر کی سرد رات تھی لیکن ایمانی حرارت اس پر غالب تھی فضا پر کہرا چھایا ہوا تھا لیکن گفتگو سے یقین ہو چلا تھا کہ ملت کو درپیش حالات بھی کہرے کی مانند ہیں جو انشاء اللہ چھٹ کر رہیں گے۔ مسلمان اس راز کو سمجھ لیں کہ ان کی عزت و سربلندی یا ذلت و پستی کا راز اسلام سے وابستگی یا ناوابستگی میں مضمر ہے۔ طوالت کے خوف سے سوالات کو حذف کیا جا رہا ہے البتہ ذیلی عنوانات قائم کر دئے گئے ہیں۔ مضامین اگرچہ مختلف ہیں لیکن ملی مسائل کے تناظر میں باہم مربوط ہیں۔ (ا۔ش)

● طلاق:

مسلمانوں میں طلاق کی شرح کا زیادہ ہونا ایک غلط پروپیگنڈہ ہے اخبارات اور ذرائع ابلاغ کی روزمرہ کی خبروں میں جہیز و تلک کے مطالبہ سے تنگ آکر خودکشی یا پھر اسے جلا دینے کی جو خبریں آتی ہیں ان خبروں کا تعلق عموماً مسلم معاشرہ سے نہیں ہوتا۔

البتہ یہ درست ہے کہ عام مسلمانوں میں دین سے کماحقہ ناواقفیت کی وجہ سے طلاق کے سلسلہ میں وہ شعور نہیں پایا جاتا جو مطلوب ہے اس کوتاہی کو دور کرنے کے لئے سماجی بیداری اور دینی شعور کی بیداری کی ضرورت ہے۔

سماج کی اصلاح کے لئے یہ بنیادی اصول یاد رکھنا چاہیئے کہ محض قانون کے بل بوتے پر سماجی برائیاں ختم نہیں ہوا کرتیں بلکہ سماجی بیداری (SOCIAL AWAKENING) کے ذریعہ سماج سدھار کا اور اصلاح معاشرہ کا کام ممکن ہے اس کی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں کہ سزاؤں کے قانون کے موجود ہونے کے باوجود جرائم کا ارتکاب برابر ہوتا رہا۔

● اصلاح معاشرہ میں جماعتی نظام کا کردار:

اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں ایک بنیادی اصول ہے اس کو آپ "جماعتی نظام" کا نام دے سکتے ہیں یا "سماج کی گرفت" کا اور "سماج کی گرفت" کا کام اسی صورت میں ممکن ہے جب سماج بیدار ہو، اس میں اچھے برے کی تمیز ہو، اچھائی اور برائی کے سلسلہ میں اس کی حس بیدار ہو اور وہ سماج میں کسی برائی کے داخل ہونے کو برداشت نہ کرے اس صورت میں کسی کی ہمت و جرأت نہیں ہو سکتی کہ وہ کسی برائی یا کسی جرم کے ارتکاب کے لئے سوچے۔

اصلاح معاشرہ تحریک کے تحت ہمارے پیش نظر ایک ایسے معاشرہ کی تشکیل ہے جس میں کسی فرد کو یہ ہمت نہ ہو کہ وہ شریعت سے بغاوت کا تصور بھی کر سکے۔

ایک صالح مسلم معاشرہ، ایک صالح انسانی معاشرہ کی تشکیل میں اپنا کردار ادا کرے گا اور برادران وطن پر بھی اپنے خوشگوار اثرات مرتب کرنے کا باعث بنے گا، انشاء اللہ۔ اس طرح یہ امت خیر امت کی مصداق بن سکے گی۔ ادخلوا فی السلم کافۃ کا جو مطالبہ قرآن نے ہم سے کیا ہے بس اسی پر عمل پیرا ہونے کا عزم مسلمانوں میں بیدار ہونا چاہیئے۔ شراب نوشی وفضول خرچی سے اجتناب اور اخلاقی و روحانی قدروں کے پاس ولحاظ کے مخاطب مسلمان ہیں اور جب مسلمانوں کی عملی زندگی میں یہ باتیں چھلکنے لگیں گی تو عام معاشرہ میں بھی اس کے خوشگوار جھونکے چلیں گے۔

تلک، جہیز، شادیوں کے موقع پر فرمائشات کو پورا کرنے کے لئے قرض اور مالی بوجھ، خواتین میں نافرمانی اور مردوں میں خواتین کے حقوق کی پاسداری کی طرف سے بے اعتنائی اور دوسری بہت سی بیماریوں پر سماج کی گرفت، پکڑ اور اخلاقی دباؤ یعنی جماعتی نظام کی وجہ سے قابو پانا آسان ہو سکے گا۔

بے جا طلاق کے سلسلہ میں یہ بات بھی نوٹ کیجئے کہ تلک وجہیز کے مزاج نے بے جا طلاق کی ذہنیت کو جنم دیا ہے اور اسے فروغ دیا ہے لڑکے والوں کی طرف سے جب فرمائشات کا سلسلہ دراز ہونے لگتا ہے تو لڑکی والے عاجز ہو کر علحدگی اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

● تعدد ازدواج اور تین طلاق کے سلسلہ میں یاد رکھنے کی بات

جو حضرات طلاق کے سلسلہ میں ایک طلاق اور تین طلاق کی بحث اٹھاتے ہیں وہ اس میں الجھنے کے بجائے اس پر اپنی توانائی لگائیں کہ مسئلہ، طلاق کے روکنے کا ہے اور اس کی شرح کو کم سے کم کرنے کا ہے۔

اسلام میں چار شادیوں کی اجازت پر بھی اعتراض کیا جاتا ہے یہ دور جاہلیت کے پس منظر سے لاعلمی اور تعلیمات اسلامی سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ اسلام کی آمد سے قبل دور جاہلیت میں شادیوں کے سلسلہ میں جو بے اعتدالیاں تھیں ان سے واقفیت رکھنے والا گواہی دے گا کہ تعدد ازدواج اسلام کا احسان ہے معاشرہ پر اور خصوصاً طبقۂ نسواں پر کہ اسلام نے خواتین کی عزت وعصمت اور پاکدامنی کی زندگی کو یقینی بنایا اور ان کے استحصال کی جڑیں کاٹ دیں علاوہ

ازیں چارشادیوں کے سلسلہ میں بھی بنیادی شرط عائد کردی کہ اگر مرد بیویوں کے ساتھ عدل کرسکے تو ہی اجازت ہے، عدل کی شرط پوری نہ کرپانے کی صورت میں اسلام چارشادیوں کی اجازت نہیں دیتا بلکہ ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنے کی ہدایت دیتا ہے۔

اسی طرح تین طلاق کے سلسلہ میں اسلام کے پیش نظر جو حکمتیں ہیں ان کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے، جاہلیت کے جو حالات تھے اور جس طرح نکاح کی اہمیت وعظمت پامال ہورہی تھی اس کو بھی سامنے رکھنا چاہئے۔ اسلام سے پہلے تو طلاق کی کوئی تعداد ہی مقرر نہ تھی اور وہ بیوی کو پھر رکھ لیتے تھے تو اسلام نے رجعت کا حق دو طلاق تک رکھ کر تحدید کردی اور مزید رجعت کا حق باقی نہیں رکھا تاکہ عورت مرد کے ظلم سے نجات پاسکے۔

● عائلی قوانین فطری قوانین:

اسلام کے عائلی قوانین فطری قوانین ہیں، فطرت انسانی اگر مسخ نہ ہوئی ہو اور تعصب کی عینک آنکھوں پر نہ چڑھی ہو تو ایک انصاف پسند شخص اس کی تائید بغیر کسی تامل کے کرے گا چنانچہ سابق وزیر اعظم ہند جناب راجیو گاندھی کو جب اسلام کے عائلی قوانین کا علم واندازہ ہوا تو انہوں نے کہا تھا کہ اسے مرتب کرکے پیش کیا جانا چاہئے تاکہ عائلی قوانین سے عمومی طور سے استفادہ کی سبیل نکلے "مجموعۂ قوانین اسلامی" جو اردو وانگریزی میں شائع ہوئی اسے مرتب کرنے اور شائع کرنے کے پیش نظر یہ مقصد بھی کارفرما تھا۔

● مسلمانوں کی شرح آبادی میں اضافہ کا شوشہ اور فیملی پلاننگ پر ہمارا موقف:

گزشتہ دنوں مسلمانوں کی آبادی میں اضافہ کا ایک ہوا کھڑا کیا گیا دراصل اس مردم شماری میں کشمیر وآسام کی آبادی کو بھی شامل کرلیا گیا تھا جبکہ ۱۹۹۱ء کی مردم شماری میں یہ علاقے شامل نہیں تھے تو تعداد میں اضافہ محسوس ہوا جبکہ واقعہ یہ ہے کہ آج کی مردم شماری کے لحاظ سے مسلمانوں کی شرح آبادی میں پہلے کی شرح آبادی کے مقابلہ میں ڈھائی فی صد کمی آئی ہے۔ مسلمانوں کی شرح آبادی کے موجودہ اعداد وشمار ہندوستانی عوام کو گمراہ کرنے کے لیے پیش کئے گئے ہیں۔

اس سے قطع نظر جہاں تک فیملی پلاننگ کے مسئلہ کی بات ہے تو ہمارا موقف اس سلسلہ میں واضح ہے اور وہی ہے جس کا اظہار ہم نے جبری نس بندی (۱۹۷۶) کے موقع پر کیا تھا کہ جبری نس بندی ہمارے یہاں جائز نہیں اس کو ہرگز نہیں بھولنا چاہئے کہ خالق کائنات ہی سب کا رب وپالن ہار ہے۔ رہی بات آبادی کی وجہ سے بوجھ کی تو یہ مسئلہ حکومت کا ہے اس کے اپنے وسائل کے استعمال کا ہے اور اس میں بھی ہمارے ملک نے الحمدللہ پیش رفت کی ہے، قدرتی وسائل کے استعمال کی طرف توجہ ہوئی ہے آزادی کے معابعد کے اور آج کے ہندوستان کے لوگوں کی طرز زندگی کو دیکھنا چاہئے غلہ، کپڑا اور دیگر ضروریات زندگی میں ماشاء اللہ ہمارا ملک خود کفیل ہے مسلمانوں کی آبادی کو ہوّا بنا کر پیش کرنا ایک خلاف واقعہ بات ہے دیانت داری کے ساتھ Facts & Figures کو دیکھنا چاہئے، متعصبانہ ذہنیت سے حقائق کو بدلا نہیں جاسکتا۔

● میڈیا کا رویہ غیر جانبدارانہ ہو:۔

جہاں تک مسلم مسائل میں ذرائع ابلاغ کے کردار کی بات ہے تو گجرات اور دوسرے ایشوز ایسے ہیں جس میں میڈیا نے حقائق کو عیاں کرنے میں اچھا کردار ادا کیا لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس کا رویہ مسلم مسائل کے سلسلہ میں بعض دفعہ جانبدارانہ بھی ہوتا ہے اسے تعصب سے بلند ہونا چاہئے اسی صورت میں میڈیا ملک کی تعمیر اور اچھے معاشرہ کی تشکیل کا رول ادا کرسکتا ہے جس کی بجا طور پر اس سے توقع کی جاتی ہے۔ ورنہ زرد صحافت میں نہ تو ملک کا فائدہ ہے اور نہ معاشرہ کا۔

● کلمہ کی بنیاد پر امت متحد ہوسکتی ہے:۔

کلمہ کی بنیاد پر اتحاد کا مسئلہ سب سے بڑا مسئلہ ہے، اگر امت نے کلمہ کی بنیاد پر اتحاد کا سبق سیکھ لیا تو وہ اپنے مسائل چاہے وہ تعلیمی نوعیت کے ہوں یا اقتصادی، سب حل کرسکتی ہے اور آئینی حقوق اور اس کے تحفظ کے حقوق کی نوعیت کی بازیابی کے سلسلہ میں خاصی تقویت حاصل ہوسکتی ہے۔

● اسلام ایک اقدامی مذہب ہے:۔

اسلام کے سلسلہ میں ایک بنیادی بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ اسلام ایک اقدامی مذہب ہے، اس کو دفاعی پوزیشن میں لاکھڑا کرنا معاندین اسلام کی ایک شاطرانہ چال ہے۔ اسلام قیام عدل کو ضروری قرار دیتا ہے اور اسی پر قیام امن کا انحصار ہے مخلص مصلحین اور داعیان اسلام سے ملت کبھی خالی نہیں رہی جن کی کوششوں سے صرف مسلمانوں کو ہی نہیں بلکہ پوری انسانیت کو فائدہ پہونچا۔ اسلامی تعلیمات کو اس کے صحیح پس منظر میں پیش کرنا ہماری ذمہ داری ہے تاکہ غلط فہمیوں کا ازالہ بھی ہو متعصبانہ ذہن کی کارستانیوں کی قلعی بھی کھلے اور ایک عام انسان کے سامنے دین فطرت کی صاف اور سیدھی تعلیمات سامنے آسکیں، ہمارے داعیانہ کردار کی کمزوری نے بہت سے مسائل کو جنم دیا ہے۔

● آزمائشیں ملت کے لئے آب نشاط انگیز:

حالات کی ناسازگاری ہماری تاریخ میں کوئی نئی بات نہیں، سخت سے سخت حالات سے یہ ملت دوچار ہوتی رہی لیکن آزمائشوں سے گزرنے کے بعد وہ نکھر کر سامنے آئی آزمائشوں نے ملت کے لئے آب نشاط انگیز کا کام کیا، کتنی طاقتیں ابھریں اور ختم ہوگئیں تو اس سے ہراساں اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں بس اپنا فرض نبھانے کی فکر کی ضرورت ہے، اسلام کو دفاعی پوزیشن سے اقدامی پوزیشن میں لانے کی ضرورت ہے، دنیا حق کی متلاشی اور پیاسی ہے۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ برادران وطن کے مجمع

میں انسانی حقوق، اسلام کے نظام عدل اور اس کے سماجی نظام، عورتوں کے حقوق کے تحفظ، مظلوم وکمزور طبقہ کے حقوق جیسے موضوعات پر گفتگو کا جب جب بھی موقع ملا تو وہ اسلامی تعلیمات واحکامات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہے۔ لطیفہ کے طور پر یہ واقعہ سن لیجئے کہ ایک نکاح کی تقریب میں میری تقریر تھی اس میں وہاں کے ایک غیر مسلم عہدے دار موجود تھے تقریر سن کر وہ اتنا متاثر ہوئے کہ انہوں نے کہا کہ مراد دل چاہتا ہے کہ میری بیٹی کا بیاہ پنڈت جی جیسا بھی کرائیں لیکن لکچر آپ کا ہو۔

● ملامتی انداز سے احتراز کیجئے:

ملامتی تقریر سے علماء کرام کو بچنا چاہئے مسلمانوں کو ہدف اور تنقید کا نشانہ بنانے کے بجائے تقریروں کا انداز مثبت ہوتا کہ ان کے اندر حوصلہ پیدا ہو اور وہ Demoralise نہ ہوں۔ اگر خرابی ہو بھی تو اسے عمومی انداز میں بیان کرنا چاہئے اس طرح اچھے اثرات مثبت ہوں گے اور اصلاح کے دروازے کھلیں گے۔

اس کے علاوہ یہ گھڑی ملت میں خود اعتمادی پیدا کرنے کی گھڑی ہے رفاہی کاموں کا جذبہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے، تنقید وتنقیص سے اس وقت گریز ہی اچھا ہے بشر تو خطاؤں کا پتلا ہے لیکن اس میں اچھائیاں بھی ہوتی ہیں ان اچھائیوں کی تائید اور ان کو کارگر بنانے اور کام میں لانا اصل ہے اس طرح اس انسان کی خوبیوں سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے اور اجتماعیت کو اس سے تقویت پہنچانے کا کام لیا جاسکتا ہے۔

● ملی مفاد پر ذاتی مفاد کو ترجیح دینا صحیح نہیں:

مسلمانوں میں قیادت کا نہیں، اطاعت کا فقدان ہے۔ افسوس کہ مسلمانوں میں ماننے کے جذبہ کی کمی ہے، ہر شخص بزعم خود قائد ہے۔ پھر اسلامی تعلیمات پر ایک سرسری نگاہ ڈالئے ہمارے یہاں قیادت کا جھگڑا ہی کب ہے؟ اس کی ایک مثال لیجئے کہ جماعت کا وقت ہوا اب اگر امام صاحب موجود نہیں ہیں تو نماز کے بنیادی مسائل سے واقف کار ایک عام مسلمان بھی امامت کا استحقاق رکھتا ہے اسلام تو سکھاتا ہے کہ کام رکے نہیں، چلتا رہے، انتظار کام کے تسلسل کو متاثر نہ کرے۔

البتہ قیادت کے مسئلہ میں بحران اس لحاظ سے ہے کہ اندرونی اختلافات (جن کے پس پشت ذاتی مفادات کارفرما ہوتے ہیں) کی وجہ سے لیڈران ایکدوسرے کی عیب جوئی سے اجتناب نہیں کرتے، ملی مفاد پر ذاتی مفاد کو ترجیح دینے کا رجحان پنپ رہا ہے جو ملت کے حق میں مضر ہے، مسلکی اختلافات کے پیچھے عموماً مسلم دشمن طاقتیں ہوتی ہیں جو کمال ہوشیاری سے کام کرتی ہیں اور غیر شعوری طور سے مسلمان اس سازش کا شکار ہوجاتے ہیں اس طرح تقسیم در تقسیم کا سلسلہ جاری رہتا ہے ترغیب و تحریص کے پھندوں سے بھی کام لیا جاتا ہے۔ اس لئے موجودہ دور میں امت کو افتراق وانتشار سے بچانا اور ان کو متحد رکھنا بڑا اہم اور مقدم ہے۔

● انتہا پسندی نہیں، اعتدال پسندی:

انتہا پسندی نہیں بلکہ اعتدال پسندی ہی ہم مسلمانوں کا راستہ ہے اسلام اعتدال کی تعلیم دیتا ہے جو لوگ مسئلہ کو حل کرنا چاہتے ہیں وہ کسی طرح پتھر کے نیچے اپنے دبے ہاتھ کو نکال لیتے ہیں حکمت کے ساتھ البتہ اعتدال پسندی کا نام مداہنت نہیں ہے حکمت وبصیرت اور فراست سے مسائل حل ہوسکتے ہیں اسلام سے عناد رکھنے والی طاقتیں متحد ہوگئی ہیں اور ان کا نقطۂ اشتراک ونقطۂ اتحاد صرف اسلام دشمنی ہے۔

● دعوت کے کام کے لئے اسلاف کی روش ہی میں روشنی۔

دعوت دین کا کام بھی حکمت ومصلحت کا متقاضی ہے، ہمارے اسلاف کے کردار وعمل کی خاموش زبان سے وہ کام ہوا جو طلاقت لسانی سے نہیں ہوسکتا۔ دعوت دین کے جو اصول اسلام نے متعین کئے ہیں اور اسلاف نے جس کی مثالیں قائم کی ہیں، انہیں اصولوں کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ اللہ رب العزت نے دعوت کے کام میں حکمت کو مقدم کیا فرمایا گیا "ادعو الی سبیل ربك بالحكمة" اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے برت کر دکھایا، صحابہ کرامؓ نے اس کا عملی نمونہ پیش کیا تاریخ اسلامی پر جن کی نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ مکی زندگی میں تلوار اٹھانے کی اجازت نہیں دی گئی بلکہ مسلمان حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کرگئے لیکن مدنی زندگی میں قوت حاصل ہوئی اور انہوں نے دفاع کیا۔ لوگوں نے چاہا کہ اس انقلاب کو روکا جائے تو آپ نے اس کا مقابلہ کیا اور جانثار صحابہ کی ایک جماعت پیدا کردی جس نے باطل قوتوں کو آگے بڑھنے سے روکا۔

● تنقید وتنقیص کا اور شکوہ کا مزاج نقصان دہ ہے:

اقدامی امت کسی کا شکوہ نہیں کیا کرتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کا شکوہ نہیں کیا یہ امت گلہ شکوہ کے لئے نہیں پیدا ہوئی۔ اسی طرح تنقید وتبصرہ کا مزاج بھی انسان کو بے عمل بنا دیتا ہے۔ داعیان کرام نے ہمیشہ اس سے احتراز کیا بلکہ اس سے آگے بڑھ کر تنقید کا جواب دینے کو بھی غیر ضروری سمجھا۔ ہمارے بزرگ کام کرتے تھے اور کام کرنے کو کہتے تھے یہ میرا تجربہ ہے کہ تنقید وتنقیص کرنے والے بھلائی کا کوئی کام بے نفسی کے ساتھ نہیں کرسکتے۔ داعیان اسلام کا اصل کردار استقامت علی الحق اور استغناء للخلق ہے ان ہی صفات کے پیدا ہونے سے خرامت کے فریضہ کو انجام دیا جاسکتا ہے۔

امین الدین شجاع الدین

''تعزیرات اسلامی، ہندوستانی قانون سازی پر اسلامی قانون کے اثرات، سیاست اور جرائم''

جیسے موضوعات پر

قانون ساز کونسل کے سابق ممبر جناب ولی رحمانی سے ایک گفتگو

جناب مولانا محمد ولی رحمانی صاحب سجادہ نشیں خانقاہ رحمانیہ مونگیر کو طبقۂ علماء میں یہ امتیاز حاصل ہے کہ موصوف ۱۹۷۴ء سے ۱۹۹۶ء تک بہار قانون ساز کونسل کے رکن رہے اس لحاظ سے ہندوستانی قوانین اور اس کے مختلف پہلوؤں پر ان کی نگاہ ہے۔

گزشتہ دنوں سابق وزیر داخلہ نے بدکاری کے مجرم کو پھانسی کی سزا دئے جانے کی اپنی رائے کا واضح لفظوں میں اظہار کیا تھا۔ حال میں ہندو ایکٹ کے مطابق لڑکیوں کو وراثت میں حصہ دینے پر توجہ دلائی گئی تھی یہ دونوں امور دین فطرت کے قوانین سے میل کھاتے ہیں۔

اس تناظر میں سابق ممبر قانون ساز کونسل جناب مولانا ولی رحمانی صاحب، جو ایک جید عالم دین بھی ہیں، سے ہم نے جاننا چاہا کہ

(۱) ''جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے'' کا ماجرا کیا ہے؟

(۲) لاء اینڈ آرڈر کے نظام میں کوتاہی کی وجوہات کیا ہیں؟

(۳) کیا بورڈ کی تحریک اصلاح معاشرہ (جس کے مولانائے محترم کنوینر بھی ہیں) کے اثرات عام ہندوستانی سماج پر بھی مرتب ہوسکیں گے؟

(۴) ہندوستانی سیاست اور ہندوستانی سیاست دانوں سے متعلق آپ کا تاثر کیا ہے؟

(۵) کیا علماء اور شرفاء عملی سیاست سے کنارہ کش ہی رہیں؟

(۶) سیاست اور جرائم کے مابین استوار رشتے کی وجوہات کیا ہیں؟

(۷) مسلمان اس ملک میں اپنا سیاسی وزن کیسے محسوس کرا سکتے ہیں؟

مولانائے محترم کے جوابات اگرچہ مختصر ہیں مگر قارئین ان میں انشاء اللہ گہرائی و گیرائی اور بصیرت و فراست نیز جرأت رندانہ کو محسوس کئے بغیر نہیں رہیں گے۔ (ا۔ش)

(۱) جہاں تک تعلق بعض غلط مسلم رہنماؤں کے ان بیانات کا ہے جس میں سخت سزاؤں کو نافذ کرنے کا مشورہ دیا جاتا ہے میرے خیال میں وہ ایک طبعی تاثر ہے جو ہندوستان میں جرم و سزا کی کیفیت اور وسعت کو دیکھ کر کسی شریف اور سنجیدہ انسان کے دل و دماغ میں پیدا ہوتی ہے جرائم تو ہر زمانہ میں ہوتے رہتے ہیں مگر اب اس میں اب جس تناسب سے اضافہ ہوا ہے اور سائنٹفک اپروچ بڑھ گیا ہے اس کے پیش نظر قانون سازوں، دانشوروں اور صحافیوں کا بھی یہ رجحان بنتا جارہا ہے کہ سزائیں سخت ہونی چاہئیں۔

عدلیہ کی تاریخ میں شاید دو برس پہلے چونکا دینے والا فیصلہ جاپان میں ہوا جس میں مجرم کو ۱۲۰ سال کی سزا سنائی گئی اسلام نے نسبتاً کچھ سخت سزاؤں اور جلد فیصلے کی جو ہدایت دی ہے تجربہ کے بعد دانشور حضرات غیر ارادی طریقے پر اس سے قریب ہو رہے ہیں یہ ماننا چاہئے کہ اسلام نے سزاؤں میں جن فطری تقاضوں کی رعایت کی ہے، تجربات اور فطرت غیر مسلم دانشوروں کو بھی اس سے قریب کرتی جارہی ہے۔

جہاں تک تعلق لڑکیوں کے ورثہ کا ہے ہندوستانی قانون Law of heritance کی بنیاد اسلامی قانون ہے ورنہ متکھیجرا کے لحاظ سے یا دیا بھاگ کے لحاظ سے حقدار صرف بیٹا ہوتا ہے۔

اسلامی قانون ایک زندہ اور فطری قانون ہے ایمان کی شرط کے بغیر وہ سماج کو اور سوچنے سمجھنے والے دماغ کو اپنی ضرورت محسوس کراتا رہے گا۔

(۲) لاء اینڈ آرڈر کے خراب ہونے کی وجوہات کئی ہیں بنیادی وجہ قانون کے محافظوں کا قانون سے آزاد ہونا ہے دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ جو جس درجہ کا بااختیار ہے وہ اپنے دائرۂ اختیار کو خود بڑھاتا جارہا ہے اس طرح چہار طرفی Encroahment Case نے قانون کا حلیہ بگاڑ دیا ہے۔

اپنے دائرہ سے باہر جا کر فیصلے ہو رہے ہیں اور سپریم کورٹ کے بعض فیصلوں میں قانون کی ایسی تشریح کی گئی ہے جو قانون سازی کی تاریخ کے خلاف ہے۔

(۳) ملک میں اور سماج میں تاثیر اور تأثر کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور معاشرہ بگڑے گا تو سب بگڑے گا سدھروں کو نقصان ہوگا اور اگر سنبھلے گا تو ذات مذہب اور قبیلہ کی تفریق کے بغیر سب

مستفید ہوں گے۔ مسلم پرسنل لا بورڈ کی تحریک اصلاح معاشرہ کی کامیابی بھی مستقبل کو خوشگوار مستقبل کی طرف لے جائے گی۔

یہ بھی واقعہ ہے کہ اصلاح معاشرہ کے ذریعہ قانون اور نظم و ضبط کو بھی تقویت ملے گی ہمارے ملک میں معاشرتی مسائل سے متعلق جو قوانین بنائے گئے ہیں، اب ان کی افادیت کم ہوگئی ہے اور نقصان کا پہلو غالب آگیا ہے مثلاً جہیز کے قانون (Dowry Act) کا استعمال اب اسی فیصد سے زیادہ لڑکی والے لڑکے والوں کو پریشان کرنے کی نیت سے کر رہے ہیں اور بات یہاں تک پہونچ چکی ہے کہ بعض اضلاع میں وکلاء نے باقاعدہ میٹنگ کر کے یہ عرضداشت عدلیہ کے ذمہ داروں کو پیش کی کہ Dowry Act کے Cases میں گرفتاری کا حکم عدالتی تحقیق کے بعد دیا جائے۔

اس طرح کی مثالیں بتاتی ہیں کہ معاشرتی اصلاح کا کام قانون سے زیادہ مزاج سازی کا طالب ہے۔

(۴) اب ہندوستانی سیاست اور ہندوستانی سیاست داں صرف صیغہ واحد حاضر ہے اسے بس اپنی فکر ہے نہ تو پارٹی کی اور نہ ہی ملک کا مفاد اس کے پیش نظر ہے۔ اب شخصی اقتدار کے لئے پارٹیاں بن رہی ہیں اس لئے اب سیاست دانوں کے سامنے ملک کا عظیم تر مفاد اور اعلیٰ سیاسی قدریں قصہ پارینہ کا درجہ رکھتی ہیں۔

(۵) میں اس سے متفق نہیں ہوں کہ علماء اور شرفاء کو سیاست سے دور رہنا چاہئے کیچڑ میں کنول کھلانے کا کام اس طبقہ کو کرنا چاہئے یہ ملک کی ایک ضرورت ہے۔ ہاں مگر اس لئے

ع چیتے کا جگر چاہئے شاہیں کا تجسس

(۶) کوئی شک نہیں کہ سیاست اور جرائم کے تعلق بہت استوار ہوگئے ہیں اور اس نے ملک کی انتظامیہ کو مجروح اور عدلیہ کو حیران کر رکھا ہے مگر یہ رجحان بہت زیادہ باقی رہنے والا نہیں ہے۔ آنے والے دنوں میں کچھ قانون سازی ضرور ہوگی اور جرائم پیشہ حضرات کی باہمی رقابت بھی رنگ دکھائے گی۔ جب کبھی ملی جلی سرکار ہوگی اور صوبائی قیادتیں اقتدار اور سیاست پر اثر انداز ہونے کی پوزیشن میں رہیں گی جرائم پیشوں اور مافیاز کی پوزیشن مستحکم رہے گی۔

(۷) مسلمانوں کو اپنا سیاسی وزن محسوس کرانے کے لئے پریشر گروپ کی بات برسوں سے کی جارہی ہے بعض دفعہ لوگ الفاظ کا استعمال کرتے ہیں مگر اس کے مفہوم اور مصداق پر ان کی نظر نہیں ہوتی سیاسی وزن محسوس کرانے کے لئے پریشر گروپ بنانا ایک حسین تعبیر تو ہے لیکن عملاً اس کی حیثیت ادھورے خواب کی ہے۔ کوئی سیاسی جماعت مسلمانوں کا وزن ماننے کو تیار نہیں ہے ہاں ووٹ مانگنے کے لئے تیار ہے اور وہ بھی اس انداز سے کہ آپ ووٹ مجھے نہیں دیں گے تو کس کو دیں گے؟ سیاسی پارٹیوں کی یہ شان بے نیازی کا بڑا سبب مسلمانوں کی بے تدبیری ہے ورنہ آج کی سیاست میں اپنا وزن محسوس کرانا مشکل کام ضرور ہے مگر بہت مشکل نہیں۔ ۱۹۳۸ء سے لے کر آج تک کی سیاسی تاریخ کا سب سے اہم سبق یہ ہے کہ سیاسی وزن سیاسی جماعت کے بغیر قائم نہیں ہوتا۔

میری بہت سوچی سمجھی رائے ہے کہ سیکولر آؤٹ لک کی مسلم Dominated پارٹی ہی اقلیتوں کے سیاسی وزن کو محسوس کرا سکتی ہے۔

☆☆☆

ممبئی کی
مشہور و معروف
مٹھائی ساز فرم

طہورا سوئیٹس

اسپیشل مٹھائیاں

❖ افلاطون ❖ نان خطائیاں
❖ ڈرائی فروٹ برفی
❖ قلاقند ❖ ملائی مینگو برفی
❖ بادامی حلوہ ❖ گلاب جامن
❖ دودھی حلوہ ❖ گاجر حلوہ
❖ کاجو کتلی
❖ ملائی زعفرانی پیڑہ

مستورات کے لئے خاص جیسہ لڈو۔
و دیگر ہمہ اقسام کی مٹھائیاں دستیاب ہیں۔

کڈنی متھائیوں کے لئے
طہورا سوئیٹس

بلاسس روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی۔ ۴۰۰۰۰۸
۲۳۰۸۲۷۷۳، ۲۳۰۹۱۳۱۸

(تیسری اور آخری قسط)

علامہ شبلی نعمانی اور ندوۃ العلماء

ماہنامہ 'الندوہ' کا اجراء

جناب مولانا سعید الرحمٰن الاعظمی ندوی
(مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء و ایڈیٹر البعث الاسلامی)

ندوۃ العلماء کے تخیل کو اپنانے اور اس کو زیادہ سے زیادہ مفید بنانے کی راہ میں اردو زبان میں ایک علمی اور تحقیقی ماہنامہ شائع کرنے کا شدید تقاضہ علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے ذہن میں تھا، چنانچہ ۱۹۰۴ء مطابق ۱۳۲۲ھ میں ان کی تحریک سے الندوہ، کے نام سے ایک رسالہ کا اجراء عمل میں آیا اور اگست ۱۹۰۴ء مطابق جمادی الاولیٰ ۱۳۲۳ھ میں اس کا پہلا شمارہ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی کی ادارت میں منظر عام پر آیا، علامہ شبلی کو اس وقت شریک ادارات نہیں کیا گیا اس کی کو دوسرے ارکان نے محسوس کیا اور بالآخر ۱۹۰۴ء کے آخر میں 'الندوہ' کا مقام اشاعت شاہجہاں پور طے ہوا جہاں مولانا سید عبدالحی حسنی رحمۃ اللہ علیہ مدگار ناظم کی حیثیت سے ناظم ندوۃ العلماء کے ساتھ قیام پذیر تھے، ناظم کے مشورہ سے رسالہ کے دو ایڈیٹر مقرر ہوئے، ایک مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی جو اُن دنوں علی گڑھ میں تھے دوسرے علامہ شبلی نعمانی جن کا قیام حیدرآباد میں تھا۔

اس رسالہ کی افادیت اور اس کے علمی دوررس اثرات کا ذکر کرتے ہوئے علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو تحریر فرمایا ہے وہ مختصراً پیش کیا جارہا ہے:

"پرچے میں علوم اسلامیہ کی تجدید، عقل و نقل کی تطبیق، معقول و منقول اور قدیم و جدید علوم کے موازنہ اور عربی نصاب تعلیم کی اصلاح پر بہت سے محققانہ مضمون شائع ہوئے، جو زیادہ تر مولانا شبلی مرحوم ہی کے قلم سے نکلے تھے، اس رسالہ نے شاید سیکڑوں برس کے بعد علماء کی سطح جامد میں حرکت پیدا کی تھی، اب تک علماء کے تحقیقاتی مسائل منطق، عقائد اور فقہ کے چند ایسے مسائل تھے جن پر گو بہت لکھا جاچکا تھا پھر بھی جو آتا تھا انہیں کو دہرا دہرا کر اپنا اور دوسروں کا وقت ضائع کرتا تھا، منطق و فلسفہ کی بعض درسی کتابوں کی شرحیں لکھنا، حاشیے لکھنا، تعلیقات لکھنا، غیر مفید مناظرانہ رسائل تالیف کرنا یہ علماء کے مشاغل تھے، حالانکہ زمانہ کا رخ اِدھر سے اُدھر پھر چکا تھا اور حالات نے اسلام اور علوم اسلامیہ کی خدمت کے کچھ اور ہی ضروریات پیدا کردیئے تھے، 'الندوہ' کا بڑا فیض یہ ہے کہ اس نے علماء کرام کے خیالات میں انقلاب پیدا کیا، اور ان کو کتنی ہی ناگواری ہوئی ہو اور ان کی پیشانی پر کتنے ہی بل پڑ گئے ہوں لیکن انہوں نے اس کو پڑھا اور پڑھنے پر مجبور ہوئے۔

اس سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ علماء کے سامنے جدید مباحث کا دروازہ کھلا، اسلام اور علوم اسلامیہ کی خدمت کے نئے طریقے ان کو نظر آئے، زبان و بیان کے انداز اور پیرائے معلوم ہوئے اور جو اس کو پسند کرتے تھے وہ بھی اسی کو پڑھ کر اس کے مطابق لکھنے کی کوشش کرنے لگے۔

'الندوہ' کا اثر خصوصیت کے ساتھ نوجوان علماء اور قریب فارغ التحصیل طلبہ پر بیحد پڑا، اور نام نہیں لوں گا، مگر بتا سکتا ہوں کہ بڑے بڑے مقدس آستانوں اور درسگاہوں کے حاشیہ نشینوں نے اس کے طرز نگارش اور پیرایۂ بیان کی نقل اتاری اور اپنے اپنے دائرہ میں ناموری حاصل کی، اور ان سے دین وملت کو فائدہ پہنچا۔

خود دارالعلوم کے طالب علموں کو اس سے بہت فائدہ پہنچا، اور کئی مستعد طالب علموں کی جو اس وقت کے مشہور مصنف ہیں بسم اللہ اسی دبستان میں ہوئی، اور اس طرح اہل علم کی بھری محفل میں ان کو زبان کشائی کی جرأت ہوئی، چند ہی نمبروں کے بعد اہل نظر کی نگاہیں 'الندوہ' کی اس افادی حیثیت پر پڑیں، الندوہ میں علم حدیث پر دارالعلوم کے ایک طالب علم (سید سلیمان بہاری) کا جو مضمون چھپا تھا اس کو پڑھ کر مولانا حالی نے مولانا کو لکھا "سب سے زیادہ اس بات کی خوشی ہے کہ دارالعلوم نے اپنی تعلیم کا نہایت عمدہ نمونہ پہلی ہی بار پیش کیا، فبارك الله فيها وفي طلبتها وفي تعليمها، مجھے امید نہیں بلکہ یقین ہے کہ عربی کی کامل تعلیم اور انگریزی کی بقدر ضرورت تعلیم ہماری قوم میں ایسے لائق مضمون نگار اور مصنف پیدا کرے گی کہ محض انگریزی تعلیم آج تک ویسا ایک بھی نہیں پیدا کرسکی" (حیات شبلی ۴۴۰۔۴۴۲)

الندوہ کی اشاعت کے کچھ دنوں بعد مولانا ابوالکلام آزاد اس کے سب ایڈیٹر مقرر ہوئے، اور چند مہینے اس کی ادارت میں حصہ لینے اور اس میں مضامین لکھنے کا اثر یہ ہوا کہ وہ تمام علمی اور صحافتی حلقوں میں روشناس ہوگئے، اور علامہ شبلی کی تربیت میں رہ کر وہ بام عروج تک پہنچے، اور الہلال کے ایڈیٹر کی حیثیت سے ان کا طائر شہرت آسمان سے

باتیں کرنے لگا، سید صاحب لکھتے ہیں:

"اکتوبر ۱۹۰۵ء سے مارچ ۱۹۰۶ء تک مولانا ابوالکلام آزاد دہلوی الندوہ کے سب ایڈیٹر رہے، اس وقت تک وہ علمی حلقوں میں روشناس نہیں ہوئے تھے، ۱۹۰۵ء میں وہ مولانا شبلی سے بمبئی میں ملے اور یہ ملاقات ایسی تاریخی ثابت ہوئی کہ ان کو ابوالکلام بنا دیا، مولانا شبلی مرحوم ان کو اپنے ساتھ ندوہ لائے، اور ایک زمانہ تک ان کو اپنے پاس ندوہ میں رکھا، وہ ان کی خلوت وجلوت کی علمی صحبتوں میں شریک رہتے اور اپنی فطری صلاحیتوں کی بدولت ہر روز آگے بڑھتے جاتے تھے یہیں انہوں نے مولانا حمید الدین صاحب کے ساتھ کچھ دن بسر کئے، جن کو قرآن پاک کے ساتھ عشق کامل تھا، اور عشق کا اثر صحبت کی تاثیر سے مولانا ابوالکلام میں بھی سرایت کرگیا، اور یہی رنگ تھا جو نکھر کر الہلال میں نظر آیا" (حیات شبلی ۴۴۳۔۴۴۴)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "حیات عبدالحی" میں علامہ شبلی کے ندوۃ العلماء کی معتمدی کے دور کی علمی اور ادبی ترقیوں کا ذکر نہایت تفصیل کے ساتھ کیا ہے، اور عقیدت واعتراف کے اسلوب میں ان کے کارناموں کو شمار کرایا ہے، مولانا کے قلم گہربار سے "حیات عبدالحی" کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

"عرصہ سے اس کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ ایک ایسا شخص جو ندوۃ العلماء کے مقاصد سے ذہنی طور پر ہم آہنگ ہو، اور تعلیم و تدریس کا عملی تجربہ رکھتا ہو، اس کے ساتھ طلبہ کی ذہنی صلاحیتوں کو ابھارنے، ان کو مناسب طریقہ پر نشو ونما دینے اور ان میں صحیح علمی ذوق پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، دارالعلوم میں مستقل قیام کرے، اساتذہ وطلباء سے براہ راست ربط ہو اور وہ ان کے اور مجلس انتظامی کے درمیان رابطہ کا کام دے، علامہ شبلی معتمد دارالعلوم منتخب ہوئے تھے، اپنے عہدہ کے لحاظ سے بھی اور اپنی یگانہ صلاحیتوں اور علمی امتیاز کی بنا پر بھی وہ اس کام کے لئے سب سے زیادہ موزوں تھے، اس لئے انہیں سے یہ خواہش کی گئی کہ وہ اس ذمہ داری کو قبول کریں، وہ جب سے علیگڑھ سے یکسو اور حیدرآباد کے تعلق سے بدل ہوئے تھے اور ندوۃ العلماء اور اس کے دارالعلوم کو انہوں نے اپنی تمناؤں کی تکمیل کا سب سے موزوں میدان سمجھا تھا خود ان کی بھی خواہش تھی کہ وہ یہیں آکر بیٹھ جائیں اور اپنی ساری صلاحیتیں اسی مقصد کی تکمیل کے لئے صرف کردیں، جو ان کے فکر ونظر کے بھی مطابق تھا، اور ان کی تعلیم وتربیت اور ذوق ورجحان کے بھی، ان کو اپنے کو کلی طور پر یکسو کرنے کے لئے کچھ وقت لگا لیکن بالآخر صفر ۱۳۲۳ھ اپریل ۱۹۰۵ء میں وہ باقاعدہ معتمد تعلیم کی حیثیت سے دارالعلوم کی عمارت (خاتون منزل گولہ گنج) میں منتقل ہوگئے، اور باقاعدہ قیام شروع فرمادیا۔

علامہ شبلی کے دارالعلوم میں مستقل طور پر آجانے سے طلباء میں ایک نئی زندگی پیدا ہوگئی، ان کی طاقت ور اور دلآویز شخصیت طلباء کے سامنے خضر راہ بن کر آئی، ان میں مطالعہ، مضمون نگاری اور تقریر کا ذوق پیدا ہونے لگا مطالعہ میں تنوع اور معلومات میں وسعت پیدا ہوئی ان کی مجلسیں جو علمی مسائل، کتابوں اور مصنفین کے تذکرے، کلامی وتاریخی مباحث اور شعر وسخن اور ادبی چاشنی سے کبھی خالی نہیں ہوتی تھیں، ہونہار طلباء کے لئے بڑی کشش رکھتی تھیں، اس کا نتیجہ تھا کہ ذہین اور حوصلہ مند طلباء، جو یوپی اور بہار کے پرانے علمی خاندانوں اور آسودہ حال گھرانوں سے ندوہ کو قدیم وجدید علوم کی ایک جامع درسگاہ سمجھ کر آئے یا بھیجے گئے تھے، ان کے گرویدہ اور عقیدت مند ہونے لگے، اور مولانا کی بھی ان نوجوانوں پر جن کو وہ جوہر قابل سمجھتے تھے تربیت وعنایت کی خاص نظر رہتی اور وہ ان کی اندرونی صلاحیتوں کو ابھارنے اور پروان چڑھانے میں مصروف رہتے، کسی سے مضمون لکھواتے، کسی کو تقریر کے لئے تیار کرتے، کسی کو مطالعہ کا مشورہ دیتے، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالسلام ندوی، مولوی ضیاء الحسن علوی ندوی (ایم۔اے ملیگ وانسپکٹر مدارس عربیہ) مولانا عبد الباری ندوی، مولانا مسعود علی ندوی اور مولانا ابوالکلام آزاد (جو ندوہ کے طالب علم کبھی نہیں رہے، لیکن الندوہ کے سب ایڈیٹر کی حیثیت سے دارالعلوم کی اسی عمارت میں مقیم اور مولانا کی علمی اور ادبی مجلسوں کے مستقل شریک وحاضر باش تھے) مولوی اکرام اللہ خاں ندوی، حاجی معین الدین ندوی وغیرہ اسی دور کی یادگار ہیں، جو اپنی فطری صلاحیتوں اور ذوق کے مطابق نمایاں وکامیاب ہوئے

ندوۃ العلماء کے دائرہ کار، اس کے جلسوں کی رونق اور اس کے دارالعلوم کی توسیع وترقی میں بھی نمایاں اضافہ ہوا، رسالہ "الندوہ" کے وقار و اعتبار سے (جو اس دور کا سب سے بلند پایہ علمی ودینی رسالہ سمجھا جانے لگا تھا) اور جس سے دارالعلوم کی شہرت میں بھی ترقی ہوئی، اشاعت اسلام کی تحریک (جو شروع سے ندوۃ العلماء کے بنیادی مقاصد میں شامل تھی) میں بھی کچھ جان پیدا ہوئی، کچھ ایسی تجویزیں بھی ندوۃ العلماء کے جلسوں اور اس کے اسٹیج پر آئیں جن سے لوگوں کو محسوس ہوا کہ ندوہ کی تحریک صرف ایک درسگاہ کے حدود میں محدود نہیں، بلکہ اس کا مسلمانوں کی پوری ملی زندگی سے تعلق ہے، مثلاً وقف علی الاولاد کے قانون کی تربیت اور اس کے منظور کرانے کی کوشش، قرآن مجید کے تراجم پر اصلاحی وعلمی نظر، انگریزی کے ایک مستند ترجمۂ قرآن کی تکمیل، سرکاری مدارس میں دینیات کی تعلیم کا ندوۃ العلماء کی نگرانی میں انتظام، نماز جمعہ کے لئے مسلمان ملازموں کو چھٹی دیئے جانے کی تجویز وغیرہ وغیرہ جس کے تخیل میں بلاشبہ علامہ شبلی کا وسیع

اور بلند حوصلہ ذہن پیش پیش تھا" حیات عبدالحی (۱۶۰-۱۶۲)

ندوۃ العلماء سے علامہ شبلیؒ کے بے نوٹ اور وسیع تعلق کا ایک سرسری خاکہ اس چھوٹے سے مضمون کے ذریعہ پیش کیا گیا، ورنہ واقعہ یہ ہے کہ اس موضوع پر لکھنے کے لئے ایک دفتر بھی کافی نہ ہوگا ع سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے

علامہ نے ندوۃ العلماء کی توسیع وترقی اور اس کے دارالعلوم کو ہمہ جہت علمی اور دعوتی مرکز بنانے کی راہ میں اپنا بیش قیمت وقت صرف کر کے یہ ثابت کر دیا کہ وہ اسلام کی شرح وترجمانی کرنے کے لئے علماء کی ایک ایسی جماعت تیار کرنا چاہتے تھے جو جامعیت اور اسلامی فکر کی صحیح نمائندگی کر کے اسلام کو انسانی زندگی کا دائمی دستور العمل ثابت کر سکے اور یہ ثابت کرے کہ وہ عالم انسانیت کے لئے زندگی کا پیغام ہے اور اس کے تمام مسائل (موجودہ یا آنے والے) کا حل بھرپور طریقہ سے اس میں موجود ہے، اور اسی کی اتباع میں صراط مستقیم کا راز مضمر ہے، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد "وأن هذا صراطي مستقيما فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله" اس کی مکمل تفسیر ہے۔

تبصرے کے لئے کتابیں

درج ذیل پتہ پر روانہ فرمائیں

مولانا محمود حسن حسنی ندوی

Takiya Kalan, Maidanpur

Raebarely, U.P-209001

بصورت دیگر ادارہ ذمہ دار نہیں ہوگا۔

(رئیس التحریر)

نعت رسول مقبول ﷺ

مدح سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم

اکبر الہ آبادی

بمدحِ سرورِ کونین میں خامہ اٹھاتا ہوں — خیالِ کفر کی ظلمت پہ اک بجلی گراتا ہوں
شبِ ادہام ہے شمعِ یقیں محفل میں لاتا ہوں — چراغِ طورِ ایمن کوہ معنیٰ پر جلاتا ہوں

الٰہی شوخیِ برقِ تجلی دہ زبانم را
قبولِ خاطرِ موسیٰ نگاہاں کن زبانم را

محمدؐ پیشوا و رہنمائے خلق وعالم ہیں — معزز ہیں، مقدس ہیں، معظم ہیں، مکرم ہیں
فروغِ محفل ہستی ہیں، نورِ عرشِ اعظم ہیں — حبیبِ حق ہیں، ممدوحِ ملک ہیں، فخرِ آدم ہیں

انہیں کے رنگ سے رنگِ گلِ ہستی کی زینت ہے
انہیں کی بو سے عطر آگیں بنی آدم کی طینت ہے

انہیں کے دل کو آگاہی ہوئی تھی رازِ فطرت پر — انہیں کی طبع کو وجد آگیا تھا سازِ فطرت پر
وہی چشمِ خدا بیں، محو تھی اندازِ فطرت پر — انہیں کا ناز غالب آگیا تھا نازِ فطرت پر

وقائع ان کے عزم وفکر کے سانچے میں ڈھلتے تھے
ذرائع غیب سے تکمیلِ مقصد کو نکلتے تھے

وہ نظریں ساقیِ میخانۂ یزداں پرستی تھیں — وہ آنکھیں مظہرِ انوار، رازِ بزمِ ہستی تھیں
انہیں پر بدلیاں خالق کی رحمت کی برستی تھیں — اسی محفل کی بخشش خلد کے پھولوں میں بستی تھیں

اسی سرکارؐ نے رتبہ بڑھایا طبع انساں کا
اسی دربار نے پہنایا خلعت نورِ ایماں کا

یادِ یارِ مہرباں

حکیم ایوب صاحب اعظمیؒ

از: حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی

اس سال رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ میں میرے ہم عمر، ندوہ میں میرے ہم درس، صاحب صلاحیت، دینی اقدار کے قدرداں، حکیم ایوب صاحب اعظمی کا انتقال ہوگیا، اللہ مغفرت فرمائے، اور ان کی قبر کو نور سے معمور رکھے۔

حکیم ایوب کا میرا ساتھ ندوہ کے درجہ پنجم تک کا رہا، اس کے بعد وہ طبی تعلیم کی طرف متوجہ ہوگئے، اور میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں اپنی تعلیم مکمل کرتا رہا، میرے ساتھیوں میں اور مجھ سے سینیر طلبہ میں متعدد حضرات طب کی طرف بڑھے، تکمیل الطب سے فراغت حاصل کی اور زیادہ تر سرکاری ملازمتوں سے وابستہ ہوگئے، گھر گرہستی میں لگ گئے، کچھ لوگوں نے طبی تعلیم حاصل تو کرلی مگر اس کو پیشہ بنانے میں کامیاب نہ ہوسکے، کوئی ملازمت، تجارت، ٹھیکیداری کرنے لگے، غرض اللہ سب کا رزاق ہے، جس کے لئے جو رزق مقرر تھا حاصل کرنے لگا، حکیم ایوب اپنے ان ساتھیوں میں تھے جنہوں نے طبی تعلیم حاصل کی سب سے یا اکثر لوگوں سے فائق اور کامیاب رہے، انہوں نے سرکاری یا غیر سرکاری ملازمت نہیں کی بلکہ پرائیوٹ مطب کھول لیا، اور اس میں دن دونی اور رات چوگنی ترقی لی، ان کا مطب بڑھتا رہا پھیلتا رہا، اور مریضوں سے لئے ایک قابل اعتبار مرکز بن گیا، مریضوں کی کثرت ہوگئی، یہاں تک کہ وہ تنہا تمام مریضوں کی خدمت نہیں کرسکتے تھے، اپنے ساتھ کئی ڈاکٹر، حکیم، کمپاؤنڈر رکھ لئے، اور ان کا حلقۂ نفوذ بڑھتا رہا، اور اللہ تعالیٰ نے جو دست شفاء عطاء فرمایا تھا اس کی شہرت پھیلنے لگی اور معقول حیثیت ووجاہت کے مالک ہوئے، غفر اللہ لہ۔

وہ طالب علمی کے زمانہ مین برطانوی سامراج کے فطرتاً باغی تھے، اور انگریزوں کے مظالم جو لوگ جانتے ہیں وہ شہادت دیں گے کہ یہ بغاوت عقیدہ کی صحت، ایمان کی پختگی اور کردار کی بلندی کی علامت تھی۔ نوعمری میں جب مطالعہ محدود تھا اور باغیانہ مزاج کی تسکین کے لئے وہ اپنے ذمہ دار اور سربراہ ہر ایسے ادارہ کو بنانے لگے جس کے ہاتھ میں کچھ اختیارات تھے، اس وقت طلبہ کی تعداد ندوہ میں کم تھی، ایک مختصر آبادی تھی، اس کے مہتمم صاحب حضرت مولانا عمران خاں صاحبؒ تھے، ایوب صاحب جیسے سادہ مزاج نوجوان کمیونسٹوں کے رٹے پٹے الفاظ اپنے ماحول پر منطبق کرنے لگے، اس زمانہ میں علی سردار جعفری، اور کچھ بے وزن اور بے نقط کی شاعری کرنے والے جو اپنے آپ کو ترقی پسند کہا کرتے تھے یونیورسٹی کے فکری رہنما بنے ہوئے تھے، وہ زمانہ دوسری جنگ عظیم کا تھا، انگریزوں کی مخالفت کا بازار گرم تھا، علی سردار نے ایک نظم لکھی جس کے ایک دو شعر یاد ہیں:

سڑک کے اس کنارے، اک سیہ لکڑی کے تختے پر
جلی حرفوں میں لکھ رہا ہے یہ بھرتی کا دفتر ہے
بلایا جارہا ہے ہند کے بھوکے کسانوں کو
بڑھا ساآج اخلاق شہنشاہی کا تیور ہے

مجاز خاص دھن میں الاپ رہے تھے:

کلیجہ پھٹک رہا ہے اور زبان کہنے سے عاری ہے
بتاؤں کیا تمہیں کیا چیز یہ سرمایہ داری ہے
جواں مردوں کے ہاتھوں سے یہ خنجر چھین لیتی ہے
یہ ڈائن ہے، بھری گودوں سے بچے چھین لیتی ہے

ان نوجوانوں میں جوش ملیح آبادی تھے تو بوڑھے، نہ ان کا کوئی نظریہ تھا اور نہ عقیدہ، صرف ماہر فن شاعر تھے، نوجوانوں کی نقل میں کہنے لگے:

ہاں بغاوت آگ، بجلی، موت، آندھی میرا نام
میرے گرد وپیش اجل میرے جلو میں قتل عام

اب بھائی ایوب اعظمی اس وقت عزیزم اور سلمہ کی عمر کے تھے، انہوں نے دیکھا کہ ندوہ کے دفتر میں مہتمم صاحب ایک کرسی پر بیٹھے ہیں اور کمرہ کے باہر پنکھے کی رسّی بھنگی کا ایک لڑکا کھینچا کرتا ہے، لہٰذا ان کو نظر آیا کہ مہتمم صاحب تو سرمایہ دار ہوئے۔ اور ملازم بھوکے کسانوں کا نمائندہ۔ انہوں نے دو چار شعر اس انداز سے کہے جس کے چند ناہموار الفاظ یاد ہیں:

ذرا درجوں سے ہٹ کر ایک بڑے دفتر کے کمرہ میں
بڑی کرسی پر جو بیٹھا ہے وہی ندوہ کا افسر ہے
جھلے جاتا ہے پنکھا اک معصوم سا بچہ
قصور اس کا فقط یہ کہ اس کا باپ مہتر ہے

خیر یہ تو بچپن کی باتیں تھیں، بچپن کے ساتھ ختم ہوگئیں، بعد میں حکیم ایوب اچھے اشعار خاص طور پر طنزیہ کلام موزوں کرنے لگے، اور "قومی آواز" میں چھپا کرتے تھے۔

ان کی پرجوش اور پرہمت طبیعت نے الحمدللہ دین کو اپنے عمل کا میدان بنایا۔ جماعت اسلامی سے متاثر تھے، غالباً اس کے رکن بھی تھے، اسی زمانہ میں وہ حج کے لئے بھی گئے تھے، ایک

جماعت ان کے ساتھ تھی، سیاہ سرج کی خوبصورت شیروانی پہنے ایک رئیس معلوم ہوتے تھے، ایک بڑا کمرہ کرایہ پر لیکر اپنے ساتھیوں کے ساتھ ٹھہرے تھے، قدیم تعلقات کی بناء پر غریب خانہ پر بھی آئے اور دعوت قبول کی، اور دوستانہ فضا میں مختلف انواع کی گفتگو ہوتی رہی۔

ایک مرتبہ عرصہ دراز کے بعد میں اعظم گڈھ گیا ہوا تھا۔ خاص طور سے بلریا گنج ان سے ملنے گیا، ماشاء اللہ بڑا مکان، باہر کھلیان، دور تک پھیلا ہوا میدان، کئی موٹریں، اور بل جوتنے کی مشینیں لگی تھیں۔ اپنی پرانی نظم سنائی جس میں ایک دوست کو اپنے دیہات میں آنے کی دعوت دی کہ آؤ دوست دیکھو یہاں سچائی ہے، سادگی ہے، ''جوڑی بیلوں کے گلے مل کے ٹہلتی ہوگی'' وغیرہ وغیرہ۔ کئی مرتبہ وہ اعظم گڈھ سے لکھنؤ آئے قیام اپنے ایک عزیز مولانا مفتی محمد ظہور صاحب کے یہاں کرتے تھے، ملنے ملانے ہمارے طرف بھی آجاتے، عرصہ سے بیچارے نمازیں گھر پر کرسی پر بیٹھ کر پڑھتے تھے، کسی پر تنقید نہیں کرتے، زبان واخلاق پاک تھے، عقیدہ وعمل کے لحاظ سے سچے مسلمان تھے، غالباً جامعۃ الفلاح کے سرپرستوں میں تھے کوئی اعظم گڈھ سے آتا تو پہلے میں انہی کی خیریت دریافت کرتا تھا، مولانا مفتی محمد ظہور صاحب اور مولوی ابوالبقاء صاحب سے ان کی خیریت ملا کرتی تھی، اس سال ۱۴۲۵ھ رمضان کے بعد ایک صاحب جو مدرسۃ الفلاح کے لئے چندہ جمع کرتے ہیں میرے یہاں بھی آئے، ان سے بدستور حکیم ایوب صاحب کی خیریت دریافت کی انہوں نے بتایا کہ اس رمضان میں وہ اپنے رب حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایوب! ہم تو دونوں زندگی کے پلیٹ فارم پر منزل آخرت کی طرف لے جانے والی گاڑی کے منتظر تھے تمہاری گاڑی پہلے آگئی اور تم چل دیئے۔ میں ابھی پلیٹ فارم پر کھڑا ہوں دیکھو کتنا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ یوں سگنل ڈاؤن ہو چکا ہے، لائن کلیئر ہے، اب تو سیٹی کی بھی آواز آرہی ہے۔ بہرحال تم تو آگے نکل گئے، میں پیچھے پیچھے آرہا ہوں۔

ہماری راہ بھی منزل بہ منزل دیکھتے جانا

غفر الله لك، ورحمك في ظله يوم لاظله الاظله

دعائے مغفرت

(۱) عالم عرب کے مشہور محقق اور ممتاز عالم وداعی شیخ عبدالقادر رحلت فرما گئے۔ وہ اس زمانے کی چوٹی کی شخصیات میں سے ایک تھے۔ (۲) ڈاکٹر ابرار مصطفیٰ صاحب (علی گڈھ) بھی گزشتہ ماہ انتقال فرما گئے موصوف کا حضرت مولانا علی میاں ندویؒ سے والہانہ تعلق تھا۔ علی گڈھ میں ڈاکٹر صاحب موصوف حضرت مولاناؒ کے میزبان رہا کرتے تھے۔ موصوف علم نباتات کے ماہرین میں سے تھے۔ اس میں ان کو متعدد ایوارڈز سے نوازا گیا۔ ادھر وہ طویل عرصے سے بیمار تھے۔ (۳) جناب مولانا محبوب الرحمٰن صاحب ازہری مدظلہ العالی کے چھوٹے بھائی جناب طاہر صاحب کا ۲ رجنوری ۲۰۰۵ء کو شہر لکھنؤ میں انتقال ہو گیا نماز جنازہ جناب مولانا محبوب الرحمٰن صاحب ازہری مدظلہ العالی نے پڑھائی۔ ندوہ سے حضرت ناظم صاحب ندوۃ العلماء، ڈاکٹر سعید الاعظمی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء اور دیگر اساتذہ نے نماز جنازہ اور تدفین میں شرکت کی۔ (۴) نگرام کے جناب مولانا نذیر علی ندوی انتقال فرما گئے۔ عمر ۸۵ برس پائی۔ (۵) عبدالمبین صاحب محصل دارالعلوم کی بڑی والدہ حبیب النساء انتقال کر گئیں۔ قارئین کرام سے دعاء مغفرت کی درخواست ہے۔ (مولانا محمود حسن حسنی)

آنکھوں کی جانچ اور چشموں کا ایک قابل اعتماد مرکز

چشمہ ساگر

ہمارے یہاں کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ کی جاتی ہے

Auto Refractor Meter AR-860

فوٹوکرامک ☆☆ کوٹیڈ لینس ☆☆ ہائی انڈیکس ریزی لینس

فینسی پاور اور دھوپ کے چشمے

ایک بار خدمت کا موقع دیں

آپٹیشین: اے رحمان (علیگ)

۲۱۲، معتبر گنج، اعظم گڑھ، فون 222008

امام بخاریؒ کی

''الأدب المفرد''

کی اردو میں شرح وترجمانی

''ارشاداتِ نبوی کی روشنی میں نظامِ معاشرت (جلد اول)''

از

حضرت مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی

(معتمد تعلیمات، ندوۃ العلماء لکھنؤ)

صفحات ۴۲۴ قیمت ۱۶۰ روپے

ناشر: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام،

پوسٹ بکس ۹۳ لکھنؤ

ملنے کا پتہ:

مکتبہ ابوالحسن علی

۴۱۸۲، اردو بازار، جامع مسجد

دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶

وفیات

امین الدین شجاع الدین

ایک مثالی خاتون کا سانحۂ ارتحال

۲۷ ردسمبر ۲۰۰۴ء کو شب دو بجے، جو عموماً صالح بندے بندیوں کی اپنے رب کے حضور دعاء ومناجات کا وقت ہوتا ہے، جناب مولانا سید محمد واضح رشید ندوی کی اہلیہ محترمہ نے ایک طویل عرصہ کی علالت کے بعد اپنے وطن مالوف رائے بریلی میں داعئ اجل کو لبیک کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نماز جنازہ بعد نماز ظہر تکیہ رائے بریلی میں حضرت ناظم صاحب ندوۃ العلماء نے پڑھائی اور سوگواروں کی ایک بڑی تعداد کی موجودگی میں مرحومہ اپنے آبائی قبرستان تکیہ رائے بریلی میں سپرد خاک ہوئیں۔

مرحومہ مولانا حکیم ڈاکٹر عبدالعلی صاحبؒ کی صاحبزادی تھیں اور ان صاحبزادیوں میں اپنے والد نامدار کی آخری یادگار تھیں اس طرح مرحومہ کے سانحۂ وفات سے خواتین میں ڈاکٹر عبدالعلی صاحبؒ کی نسل کی آخری کڑی بھی ٹوٹ گئی۔ رہے نام اللہ کا! مرحومہ اپنے حکیم ومربی والد ماجد کی تربیت یافتہ تھیں اس طرح تربیت کا ذوق ان کو ورثہ میں ملا تھا۔

ایڈیٹر الرائد جناب مولانا واضح رشید ندوی کی شریک حیات پر اپنے شوہر نامدار کے علمی وفکری انداز کی پرچھائیاں واضح طور سے دیکھنے کو ملتی تھیں چنانچہ مطالعہ میں کتابیں ہی نہیں رہتیں، بلکہ رسائل بھی رہا کرتے، حالات حاضرہ سے واقف رہتیں، رفتار زمانہ سے آگاہ تھیں اور اس پر اپنے خیالات پیش کیا کرتیں اور مناسب ردعمل کا اظہار بھی کیا کرتیں۔

خانوادۂ سید احمد شہیدؒ سے وابستگی اور نسبت کی برکت تھی کہ مرحومہ میں دینی غیرت وحمیت، صلابت وپختگی، دینی شعائر سے گہرا لگاؤ اور ان کی غیر معمولی پابندی نمایاں طور سے دیکھنے کو ملتی تھی۔ تعمیر حیات کے بانی ایڈیٹر جناب مولانا محمد الحسنیؒ، مرحومہ کے چھوٹے بھائی تھے اور ان دونوں کی عمر میں صرف دو سال کا تفاوت تھا اس لئے اپنے ان بچوں کی تربیت کے سلسلے میں ڈاکٹر عبدالعلی صاحبؒ کی توجہ ان دونوں بہن بھائیوں کو یکساں طور سے ملی۔

اس ایک واقعہ سے رجوع وانابت الی اللہ کا کچھ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایک ماں اپنے اکلوتے بیٹے کے تین منزلہ عمارت سے گر جانے کی خبر سنے لیکن نہ تو واویلا کرے اور نہ شور وغوغا مچائے، بلکہ مصلی بچھا کر اپنے رب کے حضور ہاتھ پھیلائے بیٹھ جائے کہ جان وامان سب اسی کے ہاتھ ہے۔ یہ کام وہی ماں کر سکتی ہے جس کو اپنے رب کی ذات پر پختہ یقین حاصل ہو۔ رب کریم بھی اپنے صالح بندوں اور بندیوں کی لاج رکھتا ہے اور اس خدا ترس ماں کا لخت جگر بالکل محفوظ وسلامت رہتا ہے۔ ایک دوسری مثال حضرت مولانا علی میاںؒ کے انتقال کے موقع کی ہے کہ اس سانحہ سے پورا عالم اسلام سوگوار ہو گیا تھا، اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ افراد خاندان کا کیا عالم رہا ہوگا اور ان پر کیا کچھ نہ بیت رہی ہوگی لیکن اس دشوار گھڑی میں بھی مرحومہ نے صبر وثبات اور قوت برداشت کا ثبوت دیا اور خانوادہ کی دیگر خواتین کو بھی دلاسہ وتسلی دیتی رہیں۔

مرحومہ نے شاداب وشگفتہ قلم بھی پایا تھا۔ تقسیم ملک سے پہلے امرتسر سے ایک رسالہ ''مسلمہ'' کے نام سے شائع ہوا کرتا تھا جو تقسیم کے بعد لاہور سے شائع ہونے لگا۔ مرحومہ اور ان کی دوسری عالمہ بہنیں اس میں اپنے مضامین شائع کرواتیں۔ مرحومہ کو نہ صرف شعر فہمی کا ذوق تھا بلکہ خود موزوں اشعار بھی کہتی تھیں، بلور تخلص تھا۔ تخلص ذہنیت کا عکاس ہوا کرتا ہے چنانچہ باذوق قارئین محسوس کر سکتے ہیں کہ اس تخلص میں بھی مشرقیت اور اس کے قدروں کی پاسداری کی خوشبو رچی بسی تھی اور اس خاتون خانہ کا فطری جذبۂ عفت وعصمت اس تخلص سے چھلکتا تھا ان کے مطالعہ میں اگر کوئی ایسا مضمون آجاتا جو اسلام وشخصی یا مسلم آزاری سے متعلق ہوتا تو تڑپ اٹھتیں اور افراد خاندان (جن میں اکثر ماشاء اللہ صاحبان علم وقلم ہیں) کو متوجہ کرتیں کہ اس کے دفاع میں آپ قلم اٹھائیں۔ جناب مولانا واضح رشید ندوی نے ایک ملاقات میں بتلایا کہ جب کبھی ہم مضمون لکھ رہے ہوتے تو مرحومہ ہماری بغیر کسی فرمائش وطلب کے ازخود ہی چائے بنا کر لے آتیں تاکہ لکھنے والے کے نشاط وتازگی کو تقویت ملے۔ جانتی تھیں کہ لکھنے والا اشاعت اسلام اور دفاع اسلام جیسے موضوعات پر لکھ رہا ہے چنانچہ دیکھا جائے تو مرحومہ کی اس چائے میں اسلام کی چاہ شامل ہوتی تھی اور تعاونوا علی البر والتقوی کا جذبہ کارفرما ہوا کرتا تھا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی خدمت اقدس میں سہارنپور حاضر ہو کر ان کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئیں۔ امیر تبلیغ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کی صاحبزادیوں سے برابر ربط وضبط رہا۔

قرآن پاک سے اللہ رب العزت نے غیر معمولی شغف بخشا تھا، پابندی سے تلاوت کیا کرتیں، معمولات کی پابند رہیں، افراد خاندان کے متعلقین میں سے بھی کسی کے انتقال کی اطلاع آتی تو ایصال ثواب کیا کرتیں۔ دنیا سے رخصت ہونے والوں کو اس کا نفع رب کریم کی طرف سے ضرور پہنچتا ہوگا لیکن خود مرحومہ کے انتقال کے بعد ان کے لئے ایصال ثواب کی کثرت سے اطلاعات آئیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اجر کو ضائع نہیں کیا کرتا اور اپنے مومنین ومومنات اور صالحین وصالحات بندوں اور بندیوں کی حسنات کی برکات کو دنیا والوں کے سامنے بھی کبھی ظاہر فرما دیتا ہے تاکہ اس کے نیک بندے اس سے تقویت حاصل کریں اس طرح مرحومہ کے اعمال صالحہ کے فیض کے باقی وجاری رہنے کی ایک مثال دیدۂ بینا رکھنے والوں کے سامنے ہے۔

۲۰۰۰ء میں حج بیت اللہ کی زیارت سے بھی مشرف ہوئیں، مانو ان کی مراد بر آئی تھی، کعبۃ اللہ کو محبت وعقیدت کی نگاہوں سے یوں دیکھا کرتیں گویا دل میں اسے بسا لینا چاہتی ہوں اور حرم مکی کی عظمت وتقدس کے احساسات اور اس سے عشق ووارفتگی کے جذبات کو جلا بخش کر اپنے دل کی انگیٹھی کو گرما رہی ہوں۔

دنیا سے سب کو جانا ہے ہر ذی روح کو موت کا مزہ چکھنا ہے لیکن افسوس کہ یہ ایک ایسی صالحہ ومومنہ خدا ترس خاتون کی موت ہے جو اسلامی تہذیب اور مشرقی ثقافت کی آئینہ دار اور اس دور کی یادگار تھیں جن دنوں ایک خاتون خانہ کے لئے اسلامی واخلاقی قدریں وآئیں زیور تابندہ رکھتی تھیں اور والدین کے دل ودماغ میں یہ بات پیوست رہا کرتی تھی کہ اپنے بچوں بچیوں کی دینی واخلاقی تربیت ہی ان کے لئے بہترین عطیہ وتحفہ ہے، خصوصاً بچیاں جو مائیں ہوں گی، کی گود ہی نسل کا پہلا مدرسہ ہے اور بچیوں کی صحیح تربیت کے بغیر ایک صالح انسانی واسلامی معاشرے کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ افسوس کہ یہ قدریں اٹھتی جارہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے۔

☆☆☆

پیش رفت

سماجی برائیوں کو ختم کرنے کے لئے

قانون کے ساتھ ساتھ سماجی بیداری کی بھی ضرورت

جناب عبدالرحیم قریشی کی پریس کانفرنس

۲۵ر دسمبر ۲۰۰۴ء دارالعلوم ندوۃ العلماء کے کتب خانہ شبلی زیریں ہال میں سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ جناب عبدالرحیم قریشی نے بورڈ کے پہلے سیشن کے اختتام کے بعد نماز عصر سے کچھ پہلے صحافتی برادری کی ایک پرہجوم کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کرسمس کی تعطیل کے باوجود ان کی کثیر تعداد کی موجودگی اور شرکت پر شکریہ ادا کیا اور بریفنگ کرتے ہوئے کہا کہ :

عاملہ بورڈ کی مجلس نے معیاری نکاح نامہ کو قطعی شکل اور منظوری دے دی ہے انشاء اللہ اب یہ نکاح نامہ توثیق اور منظوری کے لئے مستقبل قریب میں ہونے والے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے اجلاس عام میں پیش کیا جائے گا۔

جناب عبدالرحیم قریشی صاحب نے (جن کی قانون پر گہری نگاہ ہے اور ۱۹۷۰ء میں بھیونڈی، جل گاؤں اور مہاڑ کے فسادات کی تحقیقات کے لئے بٹھائے گئے جسٹس مادن کمیشن کے سلسلہ میں جن کی خدمات سے ملی وقانونی حلقوں میں ان کی ایک شناخت قائم ہوئی ہے)، نے کہا کہ عموماً مہر کا ترجمہ Dowry سے کیا جاتا ہے جبکہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس کے مفہوم کی صحیح ادائیگی لفظ Dower سے ہوسکتی ہے۔

موصوف نے نکاح نامہ کے مشمولات کی مختصر تفصیل بھی بیان کی اور یہ بات خصوصیت کے ساتھ کہی کہ بورڈ کا یہ نکاح نامہ لازمی نہیں قرار دیا جارہا ہے بس یہ ایک معیاری نکاح نامہ ہے جو زوجین کے لئے اقرار نامہ، ہدایت نامہ، نکاح سے متعلق اندراجات وغیرہ پر مشتمل ہے۔ جس میں حقوق زوجین کے ذکر کے ساتھ خدانخواستہ زوجین کے مابین تلخی پیدا ہوجانے کی صورت میں تنازعہ کو ختم کرنے کی تدابیر کا تدریج کے ساتھ مسئلہ کے حل کا تذکرہ بھی کردیا گیا ہے اور یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ نکاح اللہ رب العزت کی جانب سے مسلمان کے لئے ایک بڑی نعمت ہے۔ کتاب وسنت کی روشنی میں یہ اصول شامل ہیں جو اس نکاح نامہ میں شامل ہیں۔

● صحافیوں کے سوالات اور ان سوالات کے تشفی بخش جوابات:

جناب عبدالرحیم قریشی صاحب کی اس بنیادی بات کے بعد صحافیوں نے سوالات شروع کئے۔ یہ سوالات بتاتے ہیں کہ ہمارے برادران وطن (اور وہ بھی میڈیا سے وابستہ افراد جو باخبر سمجھے جاتے ہیں) اسلامی تعلیمات سے یا تو کس قدر بے خبر ہیں یا پھر "تجاہل" برتنے میں انہیں لطف آتا ہے چنانچہ ان کے ذریعہ اٹھائے گئے تین طلاق کے ایشو پر جناب قریشی نے کہا کہ مختلف School of thoughts ہیں اور جو شخص جس School کا Follower ہے وہ اسی کے مطابق عمل کرے گا۔ اس سوال کے جواب میں کہ کیا اس مخصوص نکاح نامہ کے لئے ہر مسلمان Bound ہوگا تو جواب میں موصوف نے کہا کہ پہلے ہی بتادیا گیا کہ اس میں Binding نہیں بلکہ شریعت کی روشنی میں Guidelines ہیں۔ اس نکاح نامہ کی ضرورت کیوں؟، کے ایک سوال کے جواب میں موصوف نے کہا کہ اس کا ایک مقصد طلاق کے غلط استعمال کو روکنا اور زوجین کو ایکدوسرے کے حقوق سے واقف کرانا ہے۔ اصل چیز ہے Social Awakening۔ قریشی صاحب نے صحافیوں سے سوال کیا کہ کیا ہمارے ملک میں نشہ بندی کے قانون سے نشہ بندی کا رواج ختم ہوگیا ہے؟ ضرورت Awareness کی ہے تو سماجی برائیاں (Social Evils) کو ختم کرنے کے لئے بیداری لانے کی ضرورت ہے۔ بچپن کی شادی، چھوا چھات جیسی سماجی برائیوں کے خلاف قانون تو ہے لیکن اس کے باوجود جو صورت حال ہے اس سے آپ بخوبی واقف ہیں۔ آبادی کے کنٹرول سے متعلق ایک سوال کے جواب میں جناب قریشی نے کہا کہ جس وقت ملک تقسیم ہوا اُس وقت کی آبادی کے مقابلہ میں آج ہمارے ملک کی آبادی تین گنا زیادہ ہے لیکن آزادی کے معابعد کی جو صورت حال تھی وہ یہ تھی کہ ہم اناج وغیرہ کے سلسلہ میں خود کفیل نہیں تھے جبکہ ہم آج ماشاء اللہ خود کفیل ہیں۔ جناب مولانا یٰسین مصباحی صاحب نے کہا کہ وقت کا شدید تقاضہ ہے کہ دفاع شریعت کی یہ لڑائی کاندھے سے کاندھا ملا کر لڑی جائے۔

عصر بعد بھی بورڈ کی عاملہ کی میٹنگ کا سلسلہ عشاء تک چلتا رہا جس میں حسب ایجنڈہ مسائل پر غور وخوض ہوتا رہا۔ پریس کانفرنس میں جناب مولانا سید محمد حمزہ حسنی صاحب (ناظر عام ندوۃ العلماء) بھی بہ نفس نفیس موجود تھے۔ علاوہ ازیں جناب قاسم رسول الیاس، جناب مولانا یٰسین اختر مصباحی صاحب، ایڈوکیٹ ظفر یاب جیلانی اور ایڈوکیٹ عبدالمنان صاحب بھی ڈائس پر موجود تھے۔ (امین شجاع)

کتاب نما

نام کتاب: اردو شاعری میں اسلامی تلمیحات
مصنف: ڈاکٹر عطاء الرحمٰن صدیقی ندوی
صفحات: ۶۳۸
قیمت: درج نہیں
ناشر: عالمی رابطہ ادب اسلامی

عالمی رابطہ ادب اسلامی کا شمار ان اداروں اور تنظیموں میں ہوتا ہے جس نے پندرہ سال کے عرصہ میں نہ صرف ملکی سطح بلکہ عالمی پیمانے پر صالح ادب کو فروغ دینے میں قابل قدر کارنامہ انجام دیا ہے عالم اسلام کے ادیبوں اور شاعروں کو اس نے نیا پلیٹ فارم مہیا کیا ہے ۱۹۸۵ء سے ہر سال ہندوستان کے مختلف شہروں میں اس کے ادبی سیمینار ہوتے ہیں۔ عرب نوجوانوں کو رابطہ ادب اسلامی نے صالح اور تعمیری ادب کے ذریعہ اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔ عالم عربی میں دو درجن سے زائد کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔ برصغیر اور مشرقی ممالک کے مرکزی دفتر لکھنؤ سے رابطہ کا سہ ماہی ترجمان "کاروان ادب" کے نام سے شائع ہوتا ہے اس کے علاوہ رابطہ ادبی موضوعات پر کئی کتابیں شائع کرچکا ہے۔ مولانا عطاء الرحمٰن صدیقی ندوی کی تازہ تصنیف بھی رابطہ ادب اسلامی نے شائع کی ہے۔ تبصرہ نگار کا پہلا تأثر یہ ہے کہ کتاب بڑی محنت سے لکھی گئی ہے، ایسے اشعار جو زبان زد نہیں ہیں ان کو دواوین میں ڈھونڈھنا اور موضوعات کے تحت ان کو جمع کرنا بڑی عرق ریزی کا کام ہے اور جس کو مصنف کتاب نے بڑے سلیقہ سے کیا ہے۔ مولانا محمد رابع حسنی صاحب ناظم ندوۃ العلماء نے پُراثر مقدمہ لکھا ہے، اور بتایا ہے کہ اردو زبان کا مزاج اسلامی ہے، اور غیر مسلم ادیبوں اور شاعروں نے بھی اس مزاج کو قائم رکھا، انہوں نے مولانا محمد عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الثقافۃ الاسلامیہ فی الھند" سے اردو کی پیدائش اور ارتقاء پر ایک چھوٹی سی عبارت نقل کی ہے جو اسلام کی اشاعت سے متعلق ہے، اور بتایا ہے کہ کیسے اردو میں شاعری پروان چڑھی اور جو لوگ فارسی شاعری کا ذوق رکھتے تھے اردو شاعری کی طرف کیسے مائل ہوئے۔ مولانا محمد حسین آزاد کی رائے کو بھی نقل کیا ہے کہ اردو کی عام فہمی کے سبب سے مذہب نے اپنا برکت کا ہاتھ اس پر رکھا، یہ مقدمہ بسیط ہے اور زبان وادب کو دعوت واصلاح کا ذریعہ بنانے والوں کا بھی ذکر پوری اہمیت دیتے ہوئے کیا گیا ہے، اور ترقی پسند ادب پر بھی اپنی رائے دی ہے جو اسلامی ادب کا احاطہ نہیں کرتا، مگر اس کی تلافی علامہ اقبال، اکبر الہ آبادی اور مولانا شبلی وغیرہ کرچکے تھے۔

مولانا نے بجا لکھا ہے کہ اسلامی مزاج ہونے کے سبب سے "اردو شاعری میں اسلامی تلمیحات" اپنا بڑا اونچا مقام رکھتی ہے۔ مولانا نے علمی لحاظ سے کتاب کی افادیت کا ذکر کرتے ہوئے بڑے قدر سے لکھا ہے کہ اسلامی جذبہ اور وابستگی میں اس کتاب کے پڑھنے سے اضافہ ہوتا ہے۔

پیش لفظ میں مصنف نے لکھا ہے کہ تلمیح دراصل خیال کی ادائیگی کا خوبصورت سانچہ ہے، جو وسیع مضمون کو مختصر اور موثر انداز میں ادا کرنے کا اہم ذریعہ ہے، خیال کا ابلاغ اور مضمون کی ترسیل تلمیح کے سہارے پر کشش ہوجاتی ہے۔

کتاب لکھنے کی وجہ انہوں نے لکھی ہے کہ بسا اوقات شعراء نے تلمیح سے جو معنی لئے ہیں، یا جہاں اسلامی تلمیحات کا سہارا لیا ہے وہ کہیں کہیں مشتبہ اور غلط بھی ہوتے ہیں اور ان کا تنقیح نظر اسی رطب ویابس کی وضاحت اور تلمیحات کا حقیقی پس منظر، اس کے صحیح مآخذ ومصدر کی تلاش اور مطلوبہ معنی کے جواز عدم جواز کا ثبوت فراہم کرنا کتاب کا مقصد اور حاصل ہے۔

یہ پیش لفظ بے حد دلچسپ اور مفصل ہے اور یقیناً پڑھنے والے کے علم میں اضافہ کا باعث ہوگا۔ یہ انہوں نے بہت صحیح لکھا ہے کہ ان کا موضوع شاعری کا احاطہ نہیں بلکہ اسلامی تلمیحات کا جائزہ ہے اس سلسلے میں انہوں نے اکسار کے کلمات لکھے ہیں اور اپنی سعی کو سعی خام کہا ہے یہ حقیر لکھنے والا اس سے متفق نہیں ہے کتاب چھوٹی موٹی سی دائرۃ المعارف ہے اور مصنف بجا طور پر اس کے لئے مستحق مبارکباد ہیں۔

مگر تلمیحات کے استعمال میں یابس میں نے اردو شاعری میں نہیں دیکھا ہے استعمال ہمیشہ رطب ہوا ہے، کیوں کہ قرآنی تلمیحات سے ہر پڑھا لکھا آدمی واقف ہے حضرت آدم کا پہلا گناہ روضۂ رضواں کو دوگندم میں فروخت کرنا، نوح، پسر نوح، کشتی نوح، حضرت ابراہیم، بت شکنی، نمرود اور نار نمرود، اللہ میاں سے اطمینان قلب کے لئے مارنے اور جلانے کی شان کو دکھانے کی فرمائش، وادی غیر ذی زرع میں بیٹے اور اس کی ماں کو چھوڑ آنے، طغیان ناز جس میں جگر گوشہ خلیل کو ذبح کرنے کی ہدایت اور زیر تیغ لاکر محفوظ رکھنے کی ادا، خانہ کعبہ کی تعمیر اور دعا، کون مسلمان ہے جو ان واقعات سے واقف نہیں اور ان تلمیحات کا لطف نہیں لے سکتا، اس موسیٰ اور فرعون کا مقابلہ عصائے موسیٰ، ید بیضا، نیل کا پھٹنا، آگ لینے جانا اور پیغمبری کا پانا۔ اُرنی اور لن ترانی یہ

سے تو اردو فارسی کی جان ہیں۔ حضرت شعیبؑ کی بیٹی کا شرماتے ہوئے آنا کہ چلئے آپ کو ہمارے والد بلاتے ہیں، حضرت خضر سے ملاقات، ساتھ سفر کشتی مسکین جان پاک اور دیوار یتیم سے کیا معاملہ رہا، حسن یوسف اور بھائیوں کی سازش، کنواں، مصر کے بازار میں اس جنس گراں کی فروخت، عشق کا زلیخا پر اثر اور پردۂ عصمت سے باہر لے آنا، قید خانہ، خوابوں کی تعبیر، مصر کی بادشاہت، غرض ایک ایک بات سے مسلمان واقف ہے، اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات سب سامنے کی باتیں لگتی ہیں۔ اور صبر ایوب تو اردو کا محاورہ بن گیا ہے۔

میں نے ان باتوں کا اس لئے ذکر کیا ہے کہ یہی وہ موضوعات ہیں جس کے تحت مصنف کتاب نے انتہائی دیدہ ریزی سے اشعار جمع کئے ہیں، سب رطب ہی رطب ہے۔ بس مختلف شاعروں کے انداز بیان کا فرق ہے۔

اس کتاب کے یہ اشعار ولی دکنی سے شروع ہو کر آج کل کے شعراء تک احاطہ کرتے ہیں قدماء بیچ کے لوگ سب ترتیب سے آتے ہیں، ولی دکنی سے ابتدا ہوتی ہے۔

کتاب کی ابتداء بڑے علمی مضامین سے ہوتی ہے، اردو زبان کا آغاز، آغاز کے مختلف نظریات، مختلف نظریات کا تقابل اور تطبیق، تشکیل عناصر، قومی یک جہتی، یہ سارے مضامین بڑے گرانقدر ہیں، اور یقیناً پڑھنے والے کے علم کو تازہ کرنے یا اضافہ کا باعث ہوں گے۔

یہ سب ایک طرح سے کسی کلاسیکل قصیدہ کی تشبیب ہیں اور پھر گریز، اردو شاعری پر اسلامی اثرات اور اسلامی لفظیات سے ہوتی ہے یہاں سے نام کے تحت اصل کتاب شروع ہوتی ہے۔ مگر اسلامی تلمیحات اور قرآنی تلمیحات تقریباً ایک ہی ہیں، یہ تلمیحات انبیاء سے تعلق رکھتی ہیں، گویا یاجوج ماجوج اور اصحاب کہف اور اصحاب الفیل کا ذکر بھی قرآن میں ہے مگر اردو شعراء نے ان کا ذکر نہ کرنے کے برابر کیا ہے۔ آخر میں مصنف نے علامہ شبلی اور علامہ اقبال کی مختلف نظموں کو جمع کیا ہے جو تلمیح کا کام اتنا نہیں کرتیں جتنا کہ بیان واقعہ اور اظہار جذبات۔ مصنف نے لکھا ہے کہ یہ نظمیں اپنے موضوع پر تمہیدی حیثیت رکھتی ہیں یہ واقعہ ہے۔

مذہب اور شاعری کا انتہائی خوبصورت امتزاج ان اشعار میں ملتا ہے اور یقیناً کتاب اس لائق ہے کہ پڑھی جائے اور قدر کی جائے۔ ڈاکٹریٹ کے لئے یہ مقالہ کتاب کی شکل میں گراں قدر ہو گیا ہے۔ گوریسرچ کے نقطۂ نگاہ سے ابتدائی مضامین زیادہ اہم ہیں، بہر حال مصنف قابل مبارک باد ہیں۔

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کی
ایک اور فخریہ پیش کش
حالات حاضرہ اور مسلمان
از
حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)
جس میں
ملت اسلامیہ کے مسائل کا بصیرت افروز تجزیہ
اور ان کا فراست مندانہ حل پیش کیا گیا ہے
● ایک رہنما کتاب
جس کا مطالعہ ملت کے ہر دردمند و فکرمند قاری
کے لئے ضروری ہے
آج ہی طلب فرمائیں:
مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، پوسٹ بکس ۱۱۹
لکھنؤ۔ 226007

روداد چمن — امین شباب

لبیک اللّٰھمّ لبیک

ندوہ سے عازمین حج کے قافلوں کی روانگی کا روح پرور سماں

ندوہ اور حرمین شریفین کے مابین رشتہ، ایمان واسلام اور عشق ووارفتگی کا رشتہ ہے۔ دینی، علمی، فکری، ہر لحاظ سے اس رشتہ کی استواری میں سلامتی اور برکت ہے الحمدللہ چند برسوں سے ندوہ سے حجاج کرام کے قافلوں کی آمد اور ندوہ ہی سے براہ راست حرم شریف کے لئے ان کی روانگی نے اس تعلق کو مزید تقویت بخشی ہے۔ ندوہ کی ایک جانب کی عمارتیں ان دنوں خوش نصیب زائرین حرم کی قیام گاہیں بنی ہوئی ہیں اور اسی حصہ میں مسجد بھی ہے، اس طرح عشاق اور مشتاقان حرمین شریفین کا پہلا پڑاؤ ندوہ ہے ان کا سفر عشق تو شروع ہو چکا ہے اور ان کے سینوں میں وہ تمنائیں مچل رہی ہیں جو صبغة الله هی احسن کے مصداق ہو جانے اور اس رنگ میں رنگ جانے کی ہیں!!! کتنی قابل رشک ہے اے میرے مادر علمی کی سرزمین تو، کہ تجھ پر نہ معلوم کتنے نیک و پاکباز اور مقبول عازمین حج اپنی جبین اللہ کے حضور ٹیک رہے ہیں اور ان کی آنکھوں سے اظہار ندامت کے مبارک آنسو ٹپک رہے ہیں!!! اور پھر جب حجاج کرام کا مبارک قافلہ، ایئر پورٹ کی جانب روانہ ہوتا ہے تو وہ منظر قابل دید بھی ہوتا ہے اور قابل رشک بھی۔ بغیر سلی ہوئی چادروں میں ملبوس حجاج کی روانگی کا منظر آنکھوں کو نم اور دلوں کو سوز و گداز سے بھر ہی نہیں دیتا بلکہ تمنا مچلنے لگتی ہے، آرزو امڈ آتی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ آرزو تمنا ہوتی ہے حرمین شریفین کی زیارت کی! روضۂ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کی! مقامات حج سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر لینے کی اور ہاں ہاں! ملتزم، مقام ابراہیم جیسے مقامات پر تڑپ تڑپ کر اور مچل مچل کر دعائیں مانگنے کی کہ وہی اول، وہی آخر، وہی ماوی وہی ملجا، اور بس صرف اور صرف وہی ایک سہارا!! باقی سب نقش برآب اور تار عنکبوت! وہی باقی اس کے علاوہ سب فانی!! مبارک اے عازمین حج تمہارا اس ارض مقدس کے لئے جانا بس ہمیں بھی وہاں دعاؤں میں یاد رکھنا اور ہاں! روضہ اقدس ﷺ پر اگر یاد رہے تو ہم گنہ گاروں کا سلام سرکار ﷺ کے دربار میں ضرور پیش کر دینا اللہ آپ کو سلامتی سے پہنچائے، حج مبرور نصیب فرمائے اور عافیت سے اپنے وطن لائے۔

روداد سفر — از: جناب مولانا محمود حسن حسنی ندوی

بنگلور میں بین الاقوامی اسلامک امن نمائش کا انعقاد اور اس کی افتتاحی تقریب میں حضرت ناظم ندوۃ العلماء کی شرکت

بنگلور میں امن برائے انسانیت نمائش کی افتتاحی تقریب صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کی صدارت میں منعقد ہوئی، دوسرے دن اس کے نظریۂ امن کے موضوع پر مولانا نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اگر انسان کو انسان کا تعاون حاصل نہ ہو تو وہ زندگی گزار ہی نہیں سکتا، اور سارے انسان جانور بن جائیں گے، اگر انسانوں کے درمیان آپسی ہمدردی اور خیر خواہی نہ ہو تو دنیا کا نظام نہ چلتا۔ آج کے حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ آج دنیا میں خود غرضی بڑھ گئی ہے، اور ہر شخص دوسروں کے بدلے خود اپنی فکر کرنے لگا ہے، ہماری کوئی ضرورت ایسی نہیں جو دوسرے کے تعاون کے بغیر پوری ہو سکتی ہو۔ انہوں نے مزید کہا کہ ضرورت کی تکمیل کے اسباب نہ ہو تو پیسہ بے مقصد چیز بن جاتی ہے۔

مولانا واضح رشید ندوی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء نے بھی شرکت کی اور اپنے خطاب سے سامعین کو محظوظ کیا۔ انہوں نے "یاایھاالذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے اسلام کی جامعیت واعتدال اور اس آیت کریمہ میں جو انسانی حقوق بیان کئے گئے ہیں ان کا ذکر کیا۔ نمائش کی علماء کمیٹی نے اس کا یقین دلایا کہ کوئی بات بھی ایسی نہیں پیش کی جائے گی جو دین اسلام کے مزاج سے ٹکراتی ہو، اگر ایسی کوئی بات نمائش میں محسوس ہو تو اس کے متعلق اپنی رائے پیش کی جائے، جس پر غور کر کے اس کی اصلاح کر دی جائے گی۔ علماء کمیٹی کے سربراہ قاری محمد قاسم صاحب، معروف داعی اسلام ڈاکٹر ذاکر نائک، نامور عالم دین مفتی اشرف علی صاحب، اور مولانا مصطفیٰ رفاعی ندوی، مولانا ریاض الرحمٰن رشادی صاحب، جناب ابراہیم سلیمان سیٹھ صاحب، مولانا قدیر عمری، اور ملیشیاء کے حسین صاحب بھی افتتاحی تقریب میں شریک تھے۔ یہ نمائش اسی سال کے شروع میں مدراس میں پہلے منعقد ہو چکی ہے۔ اس کے اثرات پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر ذاکر نائک نے کہا کہ بہت سے لوگ یہ نمائش دیکھ کر اسلام لے آئے، اور بہت سی بے پردہ خواتین پردہ کرنے لگیں، اور بہت سے منکرات کا معاشرہ سے خاتمہ ہو گیا۔ مدراس میں منعقد نمائش کی افتتاحی تقریب کی صدارت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے فرمائی واس کی مدت بھی دس دن تھی۔ اس کی مدت بھی دس یوم رہی ۱۷ر دسمبر کو اس کا آغاز ہوا اور ۲۷ر دسمبر کو اس کا اختتام عمل میں آیا۔ نمائش کے ذمہ داروں کا یہ اندازہ تھا کہ تقریباً ۵ر لاکھ افراد اس نمائش کو دیکھیں گے۔

بنگلور میں ایک دوسرا پروگرام جو جامعہ سبیل الرشاد میں منعقد ہوا، اس میں مولانائے محترم نے اپنی صدارتی تقریر میں قرآن مجید کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ قرآن کی ہر آیت معجزہ ہے، اللہ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے پورا قرآن مجید اتارا، اگر وہ صرف ایک آیت ہی اتار دیتا وہ بھی ہمارے لئے کسی دور دراز جگہ پر، پہاڑی کی چوٹی پر ہوتی اور لاکھوں روپیہ خرچ کر کے سفر کی مشقت اٹھا کر اس کے لئے جانا ہوتا تو جایا جاتا، اسے اللہ نے آسمانوں اور پہاڑوں پر پیش کیا مگر کوئی متحمل نہ ہوا، لیکن انسان کے دل کو اللہ نے اس قابل بنا دیا کہ وہ اس عظیم کلام سے نصیحت و رہنمائی حاصل کرے۔

جناب مولانا واضح رشید حسنی ندوی نے دین و رجال دین کے تعلق سے کہا کہ تاریخ اسلام میں ادباء و شعراء دینی مزاج کے حامل ہوا کرتے تھے، قرون اولیٰ میں عصری علوم کے ساتھ دین سے خاصی مناسبت رہا کرتی تھی، ادیبوں، شاعروں، محققین و مصنفین کے احتیاط، ورع اور تقویٰ کے واقعات سے تاریخ کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ اس سے پہلے مولانا قاری محمد قاسم صاحب امام مسجد پریامیٹ مدراس کی مسحور کن انداز میں قرآن مجید کی تلاوت سے حاضرین محظوظ ہوئے۔ مولانا مفتی اشرف علی صاحب نے اس موقع پر مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کا بنگلور کا حالیہ سفر انٹرنیشنل اسلامک پیس ایکزیبیشن کی افتتاحی تقریب میں شرکت کے لئے ہوا تھا مگر متعدد پروگراموں میں آپ نے شرکت فرمائی اور پند و نصائح سے نوازا۔ مدرسہ دارالتوحید کے ذمہ داران اور مدرسۃ الحسنین کے ذمہ داران قیام گاہ پر آئے اور مولانا سے رہنمائی لی۔ بنگلور سے بھٹکل کا پروگرام مولانا ابوالحسن علی ندوی اکیڈمی کی دعوت پر ہوا مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی کی کوشش سے بھٹکل میں یہ اعلیٰ مطالعاتی و تحقیقاتی اور اسلامی دعوت و فکر کا مرکز قائم ہوا تھا، جس کا افتتاح گزشتہ دنوں حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی معتمد تعلیم، دارالعلوم ندوۃ العلماء نے کیا تھا۔ حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کو دارالامور شری رنگاپٹنم میسور کے لئے بھی دعوت دی گئی تھی مگر مولانا تنگی وقت کی وجہ سے وہاں تشریف نہ لے جا سکے۔ اس سفر میں مولانا محمد واضح رشید ندوی کے علاوہ حاجی عبدالرزاق صاحب، جناب شاہد حسین صاحب بھی ساتھ تھے۔

مصیبت اور معصیت کا رشتہ

حادثاتِ ناگہانی اور آفاتِ سماوی وارضی کا تازیانہ قہرِ خداوندی کی یاد دلاتا رہتا ہے اور دنیا پر وقتاً فوقتاً قیامتیں ٹوٹتی رہتی ہیں۔ سیلاب کی تباہ کاری، طوفان کی ہلاکت خیزی، زلزلہ یا آتش فشاں کے پھٹ پڑنے کی ہولناکی کے تصور سے ہی جی کانپ اٹھتا ہے۔ خدا بچائے اور دشمن کو بھی محفوظ رکھے۔ ان آفاتِ وحوادث کی وجوہات کی قیاس آرائیاں ہوتی ہیں، ہلاک شدگان کے اعداد وشمار کا اندازہ لگایا جاتا ہے، مصیبت زدگان کی راحت رسانی کی ہنگامی انداز میں فکر کی جاتی ہے، خیر خواہی وہمدردی اور انسانی جذبہ بلاشبہ اس کا متقاضی ہے۔ کوئی تڑپے اور اس پر کسی کی آنکھ نہ چھلکے تو وہ آنکھ کیسی! اور اگر دل واقعی دل ہے تو اس کے ساز سے تو محبت وہمدردی کا نغمہ ہی پھوٹنا چاہئے ورنہ وہ دل ہی کیسا! اور پھر جب بستیوں کے بستیوں کے اجڑ جانے، دیکھتے دیکھتے لاکھوں انسانوں کے لقمۂ اجل بن جانے اور بچ جانے والوں کے بے خانماں وبرباد ہوجانے اور کھاتے پیتے خوشحال گھرانوں کے دانہ دانہ کو ترس جانے کی خبر کوئی انسان سنے تو کون سنگ دل ہوگا جو موم نہ ہوجائے اور اس سے جو کچھ بن پڑے اس میں وہ ہاتھ نہ بٹائے!

یہ سب کچھ قابلِ قدر اور انشاء اللہ باعثِ اجر، لیکن کاش کہ دھیان کسی کہنے والے کے اس قول کی طرف بھی جائے کہ ''میں مصیبت میں تو گرفتار ہوا لیکن معصیت سے محفوظ رہا۔'' معصیت گوارا لیکن معصیت سے ہزار بار توبہ اور ربِّ علیم وخبیر کی امان وپناہ !!

حادثاتِ ناگہانی اور آفاتِ سماوی پر چند ہفتے یا چند مہینے تو خوب غم واندوہ کا اظہار ہوتا ہے لیکن ایک مدت گزر جانے کے بعد ایسی غفلت طاری ہوجاتی ہے جیسے کچھ ہوا ہی نہ تھا۔ لاتور کے زلزلہ نے کیا کچھ کم قیامت مچائی تھی یا سورت (گجرات) کے پلیگ نے کیا کچھ کم آفت ڈھائی تھی لیکن دوسری طرف انہیں ذرائع ابلاغ سے برابر یہ خبریں ملتی رہیں کہ جرائم نہ صرف پنپ رہے ہیں بلکہ نت نئے روپ دھار رہے ہیں۔ نوجوان اخلاقی انارکی کے اندھے کنویں کی طرف بے محابا بڑھ رہے ہیں اور ستم بالائے ستم قانون ساز ایوانوں کے رکھوالے جرائم کے متوالے ہوئے جارہے ہیں جس کی گونج سے شاید ایوان بھی لرز جاتے ہوں کہ جیسا راجادیسی پر جا۔ آزادئ نسواں کا فریب خواتین کی عفت وعصمت کو برسرِ عام تار تار کررہا ہے۔ مظلوم انسانوں پر ظلم وبربریت کی وہ داستانیں رقم ہورہی ہیں جو چنگیز وہلاکو کی روحوں کو بھی شرمادے۔ بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو نگل رہی ہے۔ نفاق کا دور دورہ ہے، خوشامدیوں کی بن آئی ہے اور دین ومذہب کا استحصال کرنے میں بھی خدا سے شرم محسوس نہیں ہورہی ہے۔ حاصل یہ کہ سب سے بڑی برائی یہ ہے کہ برائی کو برائی سمجھنے کی حس ختم ہوتی جارہی ہے۔ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کا عالم ہے اور بقول غالبؔ نوحہ گر کو ساتھ رکھنے کی نوبت ہے۔

چنانچہ دیکھا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ معصیتوں کا یہ طوفان ہزار سمندری طوفانوں پر بھاری اور کئی ایک زلزلوں سے زیادہ خطرناک اور تباہ کن ہے جو ان حوادث وآفات اور ہلاکت خیزیوں کو کچھ عرصے بعد ذہنوں سے ایسا محو اور دلوں سے ایسا فراموش کرادیتا ہے گویا جسم پر بس ایک زخم لگا تھا اور وہ مندمل ہوگیا!! ہائے رے نادانی اور عاقبت نااندیشی کہ اس حقیقت اور سچ کی طرف توجہ مبذول کرنے کی توفیق کم ہی نصیب ہوتی ہے کہ وہ ''زخم'' تو ''معصیت'' کا تھا لیکن اس کی اصل اور جڑ تو ''معصیت'' کی تھی اور ہے۔

معصیت اور معصیت کے رشتے وتعلق کو سمجھنے کی ضرورت ہے ستر ماؤں سے زیادہ رحیم وکریم آقا کا غضب بھڑکتا ہے تو آخر کیوں کر؟ یا للعجب نادان انسان کا دھیان اگر اس طرف نہ جائے تو پھر ہلاکت وبربادی پر یہ چند روزہ آہ وماتم، ہمدردی وخیر خواہی، راحت فنڈ اور ریلیف ورک کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کسی کو خدانخواستہ بیماری تو کینسر کی ہو اور اسے دوا، سر درد کی دی جارہی ہو۔ علاج ''علامت'' کا کیا جارہا ہو اور مرض کی بنیاد سے نظریں چرائی جارہی ہوں۔

معصیت کا یہ مرض لاعلاج نہیں اس کا علاج خود رحیم وکریم آقا نے بتلادیا اور کتاب ہدایت میں فرمادیا کہ اِسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا اِلَيْهِ (اور یہ کہ تم لوگ اپنے گناہ اپنے رب سے معاف کراؤ پھر اسی کی طرف متوجہ ہو) (سورۂ ہود۔۳) اور صادق وامین رسولِ کریم ﷺ نے فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اتنا خوش ہوتا ہے جیسا کہ وہ سوار جس کی سواری مع کھانے پینے کے کسی چٹیل میدان میں کھو جائے اور وہ مایوس ہوکر ایک درخت کے نیچے سو جائے۔ جب آنکھ کھلے تو دیکھے کہ وہ سواری کھڑی ہے، پس وہ سوار لگام پکڑ کے خوشی کی شدت میں یوں کہنے لگے کہ اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں، اور یہ غلطی انتہائی مسرت میں اس سے صادر ہوئی۔ (مسلم)

تو بس توبہ کا دروازہ قیامت تک کے لئے کھلا ہے، وہ بڑا وسیع ہے جو سورج کے مغرب کی طرف سے نکلنے کے وقت تک کھلا رہے گا پھر سچائی اور اعتراف قصور اپنے اندر برکتیں لئے ہوتا ہے۔ حاصل یہ کہ مسئلہ مصیبت کا نہیں، معصیت کا ہے اور اس کا حل رجوع الی اللہ ہے۔ اور یہ فرمانِ الٰہی ہمہ وقت یاد رکھنے کا کہ۔ ''خشکی اور تری میں لوگوں کی بد اعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا۔ اس لئے کہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل اللہ تعالیٰ چکھادے (بہت) ممکن ہے کہ وہ باز آجائیں''۔ (الروم: ۳۰ رآیت ۴۱)

(سونامی طوفان سے متاثر ہوکر لکھی گئی ایک تحریر)

الحراء پبلک اسکول وہاسٹل
اسلامی ماحول میں عصری تعلیم
Al-Hira Public School & Hostel
جدید وقدیم کی تعلیم کا نظم ہے اور ساتھ ہی بنیادی دینی معلومات بھی۔ ہر پیچیدگی والدین میں جو بیشتر ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے اپنی نئی نسل کو دینی تعلیم سے آراستہ کرنے کے لئے فکر مند رہتے ہیں۔
درجات : نرسری تا میٹرک
ذریعہ تعلیم : انگریزی
سیشن : جنوری تا دسمبر
امتیازی خصوصیات : عصری علوم کے ساتھ بنیادی دینی تعلیم، اخلاق وصحت کی نگرانی، ماہانہ کھیل، ڈرل تعلیم، ڈسپلن، حفظانِ صحت کا اہتمام، CCTV کے ذریعہ کلاس کی نگرانی۔
نصاب : C.B.S.C کے مرتب کردہ جدید نصاب کے مضامین انگریزی، ہندی، اردو، حساب، سائنس، سماجیات کے علاوہ عربی، فارسی، دینیات، عربی، قرآن اور اسلامیات۔
ہم نصابی سرگرمیاں : بچوں کی ہمہ جہت ترقی کے لئے کھیل کود، پینٹنگ، سائنس ایکزیبیشن، لائبریری ایکسکرشن ٹورز، ہفتہ وار تقریر، مباحثہ، نظم کہانی، ڈرامہ اور بیت بازی وغیرہ۔
ہاسٹل : لڑکے اور لڑکیوں کے لئے پرسکون اور محفوظ مقام پر رہائش کا الگ الگ نظم۔
اوقات دفتر : آٹھ بجے صبح سے ایک بجے دن تک (اتوار کو تعطیل)
Opp: Tranining School, Professors' Colony, Shahganj, Patna-80006
Ph : 2685287(S), 2691945 (H), 9431087443 (M) e-Mail : alhirashahpatsify.com

گبدون
جگر اور پتہ کی خرابیوں کو دور کرنے والا بے نظیر سیرپ
HAMDARD
• پیلیا اور جگر
• السر اور پتہ کے زخم
• گیسٹرو کی درد اور
• قبض کشا کا بے نظیر سیرپ

Maqbool Mian Jewellers
مقبول میاں جویلرس
Jutey Wali Gali 'Aminabad' Lucknow - 2218636, 2258115 Mobile - 9415001207

لیکوڈرین

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابلِ اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirts, Trousers, Coat-Suits, Embroidered, Sherwanis, Pullowers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties.
شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ، تشریف لائیں
menmark
56, Halwasia Market, Hazrat Ganj, Lucknow
Phone (S) 2216948 (R) 2227443

حسنی فارمیسی
(0)(O) 2202577 , M : 94150 28675, 9415050